ن الاقوامی
ہم، سابق
سے برابر
ں "مدیر"
شہروں،
ں، دبئی
ہ بھی جاتا

نیک کام
شتہار دینا

ہار ضرور
منوعات

B/W
اشاعت
ں رقم کی
تہارات

1-5

بانی: مولانا سید محمد ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

مسلسل اشاعت کا بائیسواں سال

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

شمارہ (48) صفر و ربیع الاول 1423ھ مئی 2002ء

مشمولات

مشاورت

علامہ شاہ تراب الحق قادری
الحاج شفیع محمد قادری
علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری
منظور حسین جیلانی
حاجی عبداللطیف قادری
ریاست رسول قادری
حاجی حنیف رضوی
کے۔ ایم۔ زاہد

سرکولیشن اشتہارات

سید محمد خالد القادری، محمد فرحان الدین قادری

کمپوزنگ: شیخ ذیشان احمد قادری

25/ جاپان مینشن، ریگل چوک صدر، کراچی 74400، فون: 021-7725150
فیکس: 021-7732369، ای میل: marifraza@hotmail.com

ھدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ =/120 روپیہ
بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ لائف ممبر شپ =/300 ڈالر

نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

(پبلشر: مجید اللہ قادری نے باہتمام ... پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

نہ کنم دگرنگاہے بہ رہے کہ طے نمودن   بہ سراغِ صبحِ فردا روشِ زمانہ دارم

قارئین کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قرآنی ارشاد! ''فَاَمَّا بِنِعۡمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ''

کی تعمیل میں اھلِ ایمان کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں کے حصول پر خوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں، ''ایام اللہ'' کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ نعمتیں ہمیں عطا ہوتی ہیں اسے بطور یادگار مناتے ہیں، اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کے حبیب اور بندۂ خاص، ہمارے، آپ کے اور ساری کائنات کے آقا ومولیٰ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اور ان پر درود وسلام بھیجتے ہیں کہ انہی کے سبب وطفیل اور انہی کے دست کرم سے دنیا وما فیہا کی تمام نعمتیں، ملی ہیں، ملتی ہیں اور ملتی رہیں گی۔ اور اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی پیروی میں کہ ''جس نے میرے ولی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے جنگ کی، (مفہوم) ہم ان کے دوستوں اور جانشینوں کا بھی بطور اظہار محبت وعقیدت، ان کا بھی چرچہ کرتے ہیں، ان کے ایام مناتے ہیں، ان کے دینی، علمی اور روحانی کارناموں کی اشاعت کرتے ہیں، اور اس شکریے میں کہ انہوں نے ''**اعلم کائنات، عالم ماکان وما یکون**'' مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور وارث کی حیثیت سے ہمیں علم نورانی اور دانش برہانی کی دولتِ بیدار عطا کی اور صراط مستقیم، وہ صراط مستقیم جس کے لئے ''**صراط الذین انعمت علیھم**'' کہا گیا ہے، اس پر ہمیں گامزن رکھنے کے لئے استقامت، اخلاص اور محبت کے ساتھ عملاً ہماری رہنمائی کی، ہم ان کی یادگار کے طور پر مسجد، مدرسہ اور خانقاہ قائم کرتے ہیں کہ علوم حقیقی کے نور اور دانش برہانی کی روشنی سے نسلاً بعد نسلٍ اھل ایمان نہ صرف مستفیض ہوتے رہیں بلکہ چراغ سے چراغ جلا کر فسق وفجور، کفر و شرک اور بدعات ومنہیات کے ظلمت کدہ میں گھری ہوئی سسکتی انسانیت کیلئے روشنیِ قلب ونگاہ کا سامان بہم کر کے راہ نجات کی طرف رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے رہیں۔ بلاشبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصل نائب اور جانشین وہ ذوات قدسیہ ہیں جنہوں نے اس مبدۂ ہر فیض وجود، منبع علم وحکمت، واقف اسرارِ معرفت، آیۂ رحمت اور نائب دست قدرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ یا بالواسطہ سلسلہ بہ سلسلہ، علوم شریعت وطریقت اور معارف وحکمت کی تعلیم حاصل کی۔ یہی بہترین امت ہیں، یہی علوم نبوی علیٰ صاحبہا علیہ التحیۃ والثناء کے اصل وارث ہیں ان پر اللہ رحمٰن ورحیم کی رحمتوں کے سائے ہیں۔ اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ علم حقیقی ونورانی کے اصل وارث کہ جس کے امین آقائے کائنات، مولائے کل، سید الانبیاء ورسل صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، امت کے علمائے ربانیین ہی ہیں۔ چنانچہ مشہور اسلامی مفکر علامہ ابن عبداللہ اندلسی علیہ الرحمۃ ''جامعہ البیان العلم'' میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کردہ ایک حدیث مبارکہ نقل کرتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

''میرے جانشینوں پر خدا کی رحمت''

جب آپ سے عرض کیا گیا کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جانشین کون ہیں۔؟'' تو آپ نے فرمایا:

بویہ سنت سے محبت رکھتے ہیں اور بندگان خدا کو اس کی تعلیم دیتے ہیں''

جب ہم تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے عالم اسلام اور خصوصاً برصغیر پاک و ہند کی راسخ العلم شخصیات کا جائزہ لیتے ہیں تو چند ہی شخصیات ایسی نظر آتی ہیں جو مذکورہ حدیث مبارکہ میں بیان کردہ خصوصیات کی کسوٹی پر پورا اترتی ہوں اور ان میں بلاشبہ مفکر اسلام، شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلی قدس اللہ سرہ العزیز کی ہمہ جہت شخصیت سب سے نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے کہ جس نے صحیح معنیٰ میں علمِ حقیقی کی تحصیل و ابلاغ اور سید عالم ﷺ کی ذات مبارکہ اور ان کی سنت مطہرہ سے والہانہ محبت کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے تربیت یافتہ اور قربت یافتہ معاصرین علماء، خلفاء و تلامذہ اور ان کے سوانح نگار حضرات نے ان کی اس امتیازی شان کا سبب ان کے کردار و سیرت کے تین اہم پہلوؤں کو قرار دیا ہے:

(۱) عشقِ رسول ﷺ میں جذبۂ آشفتہ سری و فداکاری، کہ احتمال کے درجہ میں بھی ادنیٰ شائبۂ سخن گستری قابل برداشت نہیں۔

(۲) اسوۂ رسول ﷺ پر سختی سے عمل کہ زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے معاملات و معمولات میں بھی سرمو انحراف کے روادار نہیں۔

(۳) علوم کتاب اللہ اور ارشادات رسول اللہ ﷺ کی شب و روز زبان و قلم اور قول و عمل سے تبلیغ و اشاعت۔

سید عالم ﷺ کے ورثۂ علمی کی تحصیل میں وہ کس قدر پرشوق اور مستعد تھے اس کا اندازہ ۵۷ رسے زیادہ ان علوم کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے جو ان کے سوانح نگاروں نے مرتب کی ہے کہ جن پر ان کو کمال دسترس حاصل تھا، اور ان کی منثور و منظوم تصانیف کثیرہ سے کیا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے علوم و معرفت کے دریا کے دریا کوزے میں بند کئے ہیں۔ بیشک ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کا بڑا فضل و کرم تھا کہ ان کو علم لدنی سے سرفراز فرمایا تھا اور سچ فرمایا کسی نے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تانہ بخشد خدائے بخشندہ

امام احمد رضا کے حیرت انگیز استحضارِ علمی، ان کی محیر العقول ذہانت و فطانت، اور بلا کسی استاد سے سیکھے بے شمار علوم و فنون میں محض اپنے ذاتِ مطالعہ کی بنیاد پر حیران کن دسترس و مہارت کے بارے میں ماہر رضویات حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''محدث بریلوی دراصل تلمیذ الرحمٰن تھے'' اس کی تائید خود امام احمد رضا کے اپنے اعتراف سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد ماجد امام الاتقیاء علامہ مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ سے اکیس علوم میں استفادہ کیا (جن کی فہرست انہوں نے تحریر کی ہے) باقی ماندہ بے شمار علوم و فنون، جن کی تعداد ۳۶ر کے قریب گنوائی ہے، کے متعلق فرماتے ہیں یہ ''عطایا النبویہ'' یعنی اللہ منعم کریم اور بارگاہ رسالت کی عطا فرمودہ نعمت ہیں۔

حقیقت یہ کہ ان کی ذات اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت اور رسول معظم و مکرم ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھی۔ ان کے ارشادات اور تحریرات ان کی علم دوستی پر شاہد عادل ہیں۔ وہ حضرت شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک قول کے حوالے سے مسلمانوں کو تحصیل علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''کہ حضرت شیخ اکبر اور اکابرین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے فرمایا کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو تصدیق نہ کرتا نیز حدیث میں فرمایا ہے کہ

''صبح کو اس حالت میں اٹھ کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے، یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا (ادنیٰ درجہ) یہ ہے کہ عالم سے محبت رکھتا ہے۔ اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا''

اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا محدث بریلوی ایک اسلامی ماہر تعلیم کی حیثیت سے اپنے دورِ انحطاط کے مسلم نوجوان کی فکری اصلاح و صحیح تعلیم و تربیت کے لئے کس قدر متفکر تھے۔ اور اصلاحِ احوال کے لئے اپنی زبان و قلم کی تمام توانائیاں بروئے کار لا رہے تھے۔ ان کے نزدیک ایک مسلم معاشرہ میں تعلیم کے درج ذیل اہم مقاصد ہیں:

(الف) تفہیم دین   (ب) رضائے الٰہی کا حصول   (ج) حسن نیت اور حسن عمل   (د) معرفت الٰہی   (ر) تفہیم منصب و مقام رسالت

(ز) خیر و شر میں امتیاز اور وضاحت کی صلاحیت اور   (س) تعمیر کردار

امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم بہت واضح اور پختہ تھا وہ مسلم قوم کو ایک زندہ و تابندہ قوم دیکھنا چاہتے تھے لہذا انہوں نے انہی مقاصد کے حصول کے لئے بریلی کی سرزمین پر آج سے ایک سو ایک سال قبل (۱۳۲۲ھ) میں ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی جس کا انہوں نے خود تاریخی نام ''منظر اسلام'' (۱۳۲۲ھ) رکھا۔ اس دارالعلوم کی خصوصیت یہ تھی کہ ۲۵ر سے زیادہ علوم کی تعلیم منتہی طالب علم کو دی جاتی تھی، جس میں علوم اسلامیہ اور قدیمہ کے علاوہ اُس دور کے بعض جدید علوم، مثلاً تاریخ و سیر، جغرافیہ، ریاضیات، ہیئت اور فلکیات کے علوم بھی شامل تھے۔ گذشتہ سال بریلی شریف میں ''منظر اسلام'' کے یوم تاسیس کا صد سالہ جشن منایا گیا جس میں برصغیر پاک و ہند و بنگلہ دیش کے علاوہ دیگر اسلامی اور یورپی ممالک سے علماء و دانشوروں کی خاص تعداد نے شرکت کی۔ راقم السطور کو بھی اس میں شرکت کا شرف حاصل رہا۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت مولانا سبحان رضا خاں مدظلہ العالی صاحب سجادہ اور موجودہ مہتمم دارالعلوم منظر اسلام نے اس جشن کو شایان شان طریقہ پر منانے کے لئے شاندار اہتمام کیا تھا۔ اس کی مکمل روداد گذشتہ سال کی معارف رضا ''جشن صد سالہ منظر اسلام'' نمبر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ حضرت مولانا سبحان رضا خان حفظہٗ اللہ تعالیٰ نے سن عیسوی کے اعتبار سے یہ صد سالہ جشن مزید ۳ سال یعنی ۲۰۰۴ء تک منانے کے عزم کا اعلان فرمایا اور چار سال تک ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کے ''منظر اسلام'' نمبر کا خصوصی شمارہ بھی نکالتے رہنے کا عندیہ ظاہر فرمایا اس سلسلہ میں   ماہنامہ کا ہر شمارہ تقریباً ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہوگا۔ ہم اہل سنت و جماعت ان کے اس عزم و ہمت پر ان کو سلام پیش کرتے ہیں اور یادگار اعلیٰ حضرت کی علمی اور دینی خدمات کو عالمی سطح پر روشناس کرانے کے لئے ہم ان کے شکر گذار ہیں فجز اھم اللہ احسن الجزاء ہم امید کرتے ہیں کہ بحیثیت صاحب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ اور مہتمم دارالعلوم بریلی، جہاں وہ منظر اسلام کے تعلیمی معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی سعی بلیغ فرما رہے ہیں وہیں زیادہ سے زیادہ طلباء اسلام کو اس کی تعلیم سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم کو مستقبل قریب میں ایک زیادہ وسیع و عریض جگہ پر منتقل کرنے کی بھی سعی فرمائیں گے جیسا کہ حضرت مہتمم نے گذشتہ سال صد سالہ جشن منظر اسلام کے موقع پر راقم کے سامنے اپنے اس عزم و ارادے کا اظہار فرمایا تھا۔

غرض کہ امام احمد رضا نے دارالعلوم بریلی ''منظر اسلام'' کے قیام اور اپنی ایک ہزار سے زائد تصانیف و تالیفات کے ذریعہ دین و ملت، مذہب و مسلک تعلیم و تعلم، سیاست و مدنیات، معیشت و معاشرت، صحافت و ادبیات، ہر محاذ پر مسلمانان عالم کی عموماً اور مسلمانان برصغیر کی خصوصاً رہبری و رہنمائی کا فریضہ بطریق احسن اور بحسن و خوبی انجام دیا۔ قرآن مجید میں پنہاں علم و معرفت اور عرفان و حکمت کے لامتناہی خزانے کو اللہ علیم و حکیم ہی جانتا ہے یا پھر اس کی عطا سے اس کے بندۂ خاص محمد رسول اللہ ﷺ جانیں کہ جن کے قلب اطہر پر نازل فرمایا یا پھر ان کے قلب مجلّیٰ و مصفّیٰ نے وحی الٰہی کو اس کے تمام اسرار و رموز کے ساتھ اپنے دامن میں اس طرح سمیٹا کہ ان کے رب العلیٰ نے انہیں ''شرح صدر'' کی نوید سنائی۔ لیکن قرآنی علوم اور اس میں پوشیدہ رموز و حکمت کا ادراک اور اس کی تشریح و تفسیر وہی شخص کرسکتا ہے جو بارگاہ رب ذوالجلال کا انعام یافتہ اور جو اللہ تعالیٰ کے دانا و بینا رسول، عالم ماکان و مایکون ﷺ کی نظر خاص کا نوزا ہوا ہو۔ رحمت عالم ﷺ کی گرم گستری اور نظر عنایت کی بدولت ایسے شخص پر قرآنی علوم و معارف کے ''کنزالایمان'' اور ''خزائن العرفان'' کے پوشیدہ راستے خوبخود کھلتے چلے جاتے ہیں۔ یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب ایسے شخص کی سید عالم جانِ جانانِ عالم ﷺ کی ذات والا تبار سے وابستگی، والہانہ لگاؤ اور دیوانگی کی حد میں داخل ہوچکی ہو۔ اس منزل پر پہنچ کر وہ فرزانگی کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے صبح و شام اس کی بلندیٔ اقبال کے لئے دعا کرتے ہیں، عشق سرور عالم ﷺ میں اس کی شیفتگی اسے فنا کی اس منزل تک لے جاتی ہے جہاں سے ''بقائے دوام'' کا مقام شروع ہوتا ہے۔ ایسے ہی باکرامت و باصلاحیت اور صاحب علم و نظر ہستی شیخ الاسلام والمسلمین، عاشق رسول، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ہے کہ عشق رسالتماٰب ﷺ میں جن کی سرشاری ضرب المثل بن چکی ہے۔

باغ عشق مصطفیٰ کے واسطے ﷺ   اک نسیم صبح زا احمد رضا

جب ہم ان کی ۶۵ رسالہ حیات مستعار کا تجزیہ کرتے ہیں تو ان کی گفتار و کردار کی ہر ادا، قلم سے نکلی ہوئی ہر عبارت، قرطاس پر مرتسم ہر لفظ، وضع قطع، انداز و

وافکر سخن، نشستن و گفتن، خفتن و برخواستن، صورت و سیرت، انداز خطاب و تکلم، غرض یہ کہ زندگی کی ہر روش اور کردار کا ہر پہلو محبت و اطاعت رسول ﷺ کا آئینہ دار اور عکس جمیل نظر آتا ہے۔ ''اعلیٰ حضرت'' کا لقب جس سے زمانے نے ان کو پکارا ان کے اسی اعلیٰ کردار اور سوۂ حسنہ پر استقامت کا آئینہ دار ہے۔

جاننے اور پرکھنے والے اہل دل اہل علم نے ان کو مجدد وقت تسلیم کیا۔ مجدد وقت وہ ہوتا ہے جو اپنے زمانے کے تمام عالم و فاضل لوگوں میں شریعت، طریقت اور علم و حکمت کے اعتبار سے نہایت ہی ممتاز اور اہم ترین ہو، دانا و بینا ہو، پرکھنے والی آنکھیں رکھتا ہو اپنے دور کے تمام علوم پر حاوی ہو، نبض شناس ہو اور زمانے کی نبض پر اس کا ہاتھ بھی ہو۔ وہ ہی اپنے زمانے کا اعلیٰ حضرت کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ وہی ''صاحب امروز'' قرار پاتا ہے۔ زمانے کا اعلیٰ حضرت وہ ہوتا ہے، جس کے پاس اپنے دور کے اہم ترین مسائل کا حل موجود ہو، امام احمد رضا کی نگارشات اس پر شاھد عادل ہیں کہ انہوں نے اپنے افکار و تعلیمات میں اُس صدی کے اہم ترین مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ ہماری صدی بھی امام احمد رضا کی صدی ہے کیونکہ آج ہماری دنیا کو بھی اسی طرح کے حالات و معاملات سے واسطہ ہے جو امام صاحب کے دور میں (۱۹۲۱-۱۸۵۶) تھے۔ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کے مسلمانوں پر ظلم و ستم، مسلمانوں کی بداعمالیاں، جہل خرد کے بڑھتے ہوئے سائے، علم و علماء کی ناقدری، علماء و مشائخ کی بے عملی بلکہ بداعمالی بدعات و بدمذہبیت کا فروغ، مسلمانوں کے چودہ سو سالہ مستند و مسلم عقائد اور معتبر اعمال کی رد و قدح، اللہ تبارک و تعالیٰ، مذہب اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی عظمت و عصمت پر حملے، اسلامی جبہ و دستار کے لبادے میں معصوم و معظم انبیائے کرام علیہم السلام خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کی ذات مقدسہ کو متنازعہ بنانے کی ناپاک جسارت، یہ اور ان جیسی دیگر باتیں آج کے دور میں بھی موجود ہیں۔ اس لئے امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی نگارشات اور تعلیمات کی اہمیت و ضرورت آج کے دور میں بھی اتنی ہی ہے جتنی ان کے دور حیات میں تھی، بلکہ ان کی اہمیت ان کے دور سے بھی دو چند ہے کہ اب دور حاضر میں کوئی ایسی ''اعلیٰ حضرت'' شخصیت نہیں جو ہم مصائب میں گھرے مسلمانوں کی دستگیری کر سکے اور صحیح سمت میں ہماری رہبری و رہنمائی کر سکے۔ آج کے حالات روح رضا سے یوں فغاں کناں ہیں۔

کیوں رضا آج گلی سونی ہے اٹھ مرے دھوم مچانے والے

قارئین کرام! اس لئے ''فکر رضا'' کو اپنانے کی اور اس کے نشر و اشاعت کی جتنی شدید ضرورت آج ہے وہ شاید کل نہ ہو سکے گی کہ کل ''اغیار'' سب کچھ تباہ کر چکے ہوں گے۔ ہمیں ''فکر رضا'' اور ''تعلیمات رضا'' کی روشنی میں خود احتسابی کی ریاضت سے گزر کر عشق و اتباع رسول ﷺ کے نور سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کرنا ہوگا اور سنت رسول ﷺ کی روشنی میں اپنی روش کو بدلنا اور تحصیل و ابلاغ علم حقیقی و نافع کے لئے سفر سعادت کے طور سے انفرادی اجتماعی اور حکومتی، ہر سطح پر اپنی جدوجہد کا آغاز کرنا ہوگا ''عشق رسول ﷺ'' کے مرکزی نکتے پر مسلمانوں کو دعوتِ اتحاد و اتفاق دیکر انتشار و افتراق کو ختم کرنا ہوگا۔ یہی امام احمد رضا محدث بریلوی کی تعلیم کا عصارہ ہے اور اسی کو اپنا کر ہم ان کو بہترین خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں۔ ان کی تعلیمات پر عمل کر کے ہم پاکستان اور اسلام کے بیرونی دشمنوں پر فتحیاب ہو سکتے ہیں اور اندرونی منافقوں سے مستعدی و سرعت کے ساتھ نمٹ سکتے ہیں۔ آیئے ہم دور حاضر کے عظیم امام اور مجدد کے ۸۱/ویں یوم وصال کے موقع پر ان کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ عہد کریں کہ ہم محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو کر ہر سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہونے کی حتیٰ المقدور کوشش کریں گے تاکہ ہماری دنیا بھی سنور جائے اور آخرت میں بھی شافع یوم النشور ﷺ کے حضور سرخروئی کے مستوجب ٹھہریں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق بخشے اور اپنے عہد کی پاسداری کی ہمت عطا فرمائے اور امام احمد رضا محدث بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز اور ان جیسے دیگر علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کے نقش قدم کو چراغ راہ بنانے اور ان کی فکر و تعلیم کے ابلاغ و اشاعت کی توفیق و قوت عطا فرمائے۔ (آمین) بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم

دوامِ ملک و عمرِ او بخواہ از لطفِ حق حافظ
کہ چرخ ایں سکۂ دولت بنامِ شہسواران زد

دارالعلوم منظر اسلام کا نظام دکن سے ایک منظوم تعارف

علامہ اختر حسین فیضی مصباحی*

جامعہ منظر اسلام امام اہل سنت مجدد اسلام امام احمد رضا کی علمی اور روحانی یادگار ہے۔ اپنی تمام تر تصنیفی مصروفیات کے باوجود آپ نے خود اپنے دست مبارک سے اسے قائم فرمایا، اور اس کے ذریعہ عشق رسول کی شمع جلائی۔ اس ادارے کے پیچھے کیا راز تھے، اس کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی درج ذیل عبارت سے اسے بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

دارالعلوم منظر اسلام بریلی کا اجرا ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں ہوا اس کی تقریب یوں ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین خام سرائی دیوبندی نے اہل سنت کے روپ میں امام احمد رضا کی حمایت و تائید میں بریلی میں ''مصباح التہذیب'' کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا، اس مدرسہ میں مولانا محمد ظفر الدین بہاری بطور طالب علم داخل ہوگئے اور امام احمد رضا کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہتے، انہی کے ذریعہ یہ بات ظاہر ہوئی کہ مولوی غلام یٰسین درپردہ دیوبندی ہے۔

مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے امام احمد رضا کے برادر خرد مولانا حسن رضا اور خلف اکبر مولانا حجۃ الاسلام کو ہم خیال کر کے حضرت مولانا حکیم سید محمد امیر اللہ بریلوی کو ان کی سیادت کے پیش نظر منتخب کیا کہ احمد رضا سید ہونے کی وجہ سے ان کی بات نہ ٹالیں گے۔ حضرت حکیم موصوف نے سب کی طرف سے امام احمد رضا سے مدرسہ قائم کرنے کی درخواست پیش کی، امام احمد رضا نے اپنی تصنیفی مصروفیات کی وجہ سے معذرت کردی، تب حکیم موصوف نے کہا کہ قیامت کے دن اگر پوچھا گیا کہ بریلی میں دیوبندیت کو کس نے فروغ دیا تو میں آپ کا نام لوں گا۔ امام احمد رضا نے دریافت فرمایا کہ وہ کیوں کر؟ حکیم موصوف نے فرمایا کہ آپ مدرسہ قائم نہیں کرتے اس لئے۔ امام احمد رضا نے فرمایا کہ میں اپنی تصنیفی مصروفیات کی بنا پر چندہ کی فراہمی اور انتظامی امور کی دیکھ بال نہیں کرسکتا۔ حکیم موصوف نے فوراً عرض کیا، ہم لوگ مدرسہ قائم کرتے ہیں آپ تائید فرمادیں۔ چنانچہ رحیم یارخاں کے مکان پر مولانا ظفر الدین اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی، دو طلبہ سے مدرسہ کا افتتاح ہوا۔ امام احمد رضا نے بخاری شریف کا درس دیا۔ منظر اسلام کا تاریخی نام ۱۳۲۲ھ مولانا حسن رضا نے تجویز فرمایا۔ اور مولانا حسن رضا پہلے مہتمم مقرر ہوئے۔ (تذکرۂ علماء اہل سنت)

بعد ازاں امام احمد رضا مہتمم ہوئے۔ عالم اسلام کا یہ بے مثال عالم نہ صرف تدریس کے فرائض انجام دیتا بلکہ یہاں کے طلبہ کو جو پاک و ہند کے گوشے گوشے اور بیرونی ممالک سے آتے تھے اپنی حبیب خاص سے نوازتا، ان کے لئے خاص اہتمام فرماتا

*(مدرس جامعہ غوثیہ دیوریا، انڈیا)

---عید کی تقاریب پر طلبہ کے لئے نئے نئے کھانے پکوا تا جوان کے مرغوب اور دل پسند ہوتے انہیں کھلا کر مسرت محسوس کرتا

---منظر اسلام کی آمد و خرچ کی ایک ایک پائی کا حساب رکھا جاتا۔ کثرت کار کی وجہ سے امام احمد رضا کے لئے مدرسہ کا اہتمام جب مشکل ہوگیا تو اپنے خلف اکبر مولانا حامد رضا بریلوی کو مدرسہ کا مہتمم بنادیا۔

(حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ص۲۱۲، اجالا، ص ۲۷، از پروفیسر مسعود احمد)

(منقول از محدث اعظم پاکستان اول، ص ۹۷/۹۸، از مولانا جلال الدین قادری)

مولانا محمد عبد الحمید چودھری جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مخلص احباب میں سے ہیں جن کا ذکر وصایا شریف میں بھی موجود ہے آپ نے فرماں روائے حیدر آباد دکن نظام آصف جاہ سابع کی خدمت میں منظر اسلام بریلی کا فارسی میں منظوم تعارف پیش کیا جو کل چالیس اشعار پر مشتمل ہے، وہ تعارف موصوف کی کتاب ''کنز الآخرہ'' میں صفحہ ۴۲۴/تا ۴۲۶/پر درج ہے۔ اس سے پہلے یہ نثری عبارت مرقوم ہے۔

تمہ ایڈریس منظور کہ از جانب مدرسۂ منظر اسلام اہل سنت بریلی بحضور اعلیٰ محی الدین والملت حضور نظام آصف جاہ سابع فرمان روائے حیدر آباد دکن ۔صَانَہُ اللّٰہُ عَنِ الشَّرِّ وَالفِتَنِ روانہ کردہ شد بر آں مبلغ دو صد روپیہ وظیفہ مدرسۂ منظر اسلام مذکور از پیش گاہِ حضور خسر دکن مقرر گردید و ھو ھذا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نظام آصف جاہ سابع نے مدرسہ منظر اسلام بریلی کے لئے دو سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ اور یہ عبارت اس بات کی طرف بھی مشیر ہے کہ وظیفہ جاری کرنے کے بعد یہ تعارف پیش کیا گیا ہے۔ مدرسہ کے لئے پہلے سے کوئی گزارش نہیں کی ہے۔

مولانا ابتدأ مدحیہ اشعار پیش کرنے کے بعد یوں رقم طراز ہیں ۔

درسگہ داریم شاہانا منظر اسلام نام
تشنگان علم راچوں آب حیواں بشمری

بنگہ او در بریلی زیر ظلِ فاضلے
آنکہ مثلش نیست درا قلیم خشکی و تری

فاضل یکتا و نامِ نامیش احمد رضا
در رضائے احمدِ مختار از دنیا بری

وارث علم نبی دانائے قرآن و حدیث
از دمش احیاءِ سنت گشت درد مفتری

در بنائے منظر اسلام آن علامۂ
سعی مشکور او بجا آورداز دیں پروری

آل و مال وحال و قالش کرد وقف راہ دیں
چارۂ بے چارگاں تا کرد آں مردِ جری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے بعد منظر اسلام کا اہتمام و انصرام آپ کے خلف اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست مبارک میں آیا، ان کے حسنِ انتظام اور علوِ شان کے تعلق سے رقم کرتے ہیں ۔

وارث علمش بود حامد رضا خاں خلف او
گام برگام پدر بنہاد در دانشوری

پر تو احمد چو بر جان و دلِ حامد فتاد
کرد در احیائے علم آن ہم ببالش ہمسری

اہتمام مدرسہ اکنوں بدست اوست خاص
ہست تاباں منظرش زیں ہر دو ماہ و مشتری

اہل سنت راست دار العلم یکتا او فقط
بر صراط مستقیم و ملت پیغمبری

چوں کہ یہ مدرسہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں

چلتا تھا اور آپ کی علمی جلالت کا شہرہ اکناف عالم ہو چکا تھا۔ اس لئے طالبان علوم نبویہ دور دور سے شہر بریلی کا رخ کرتے ہوئے نظر آتے تھے تاکہ چشمۂ علم و فضل سے خوب خوب سیراب ہو سکیں۔

آپ طلبہ کے اژدحام اور ہجوم کی منظر کشی کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

جمعِ طلاب چوں پروانہ با بر گرد شمع
دائما مانند دراں در حاصل دانشوری

یا کہ چوں انجم بگرد ماہ تاباں حلقہ مرن
بہر کسب فقہ و تحصیل علوم ظاہری

روز و شب باشند در قال اللہ وقال الرسول
تختۂ شاں رسید بالائے چرخ چنبری

چوں تبعلیم و تعلم کار ایشان ہیچ نیست
لیک در تبلیغ دیں باشد قصور از ہیزری

آپ مدرسہ کی جانب تعاون کی رغبت دلاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

گرچہ مارا نیست ننگ از فقر ہرگز اے کریم
ہست "الفقر فخری" فقر ما در فاخری

ہاں مگر بے استطاعت کردنتواں ہیچ کار
کار دنیا باشد ویا دیں تو خود دانا تری

پس گروہ بینوائے طالبان علم دیں
بر در دولت سرایت می رسد از ابتری

شیئاً للہ اے کریم از خوان نعمائے کرم
کاسہ لیسانِ شریعت را باحساں بنگری

وارثان انبیاء پیش تو حاضر آمدند
گر شناشی قدر ایشاں قدر خود از حق بری

اس کے بعد محترم چودھری صاحب علیہ الرحمہ اپنا تعارف کچھ اس طرح پیش کرتے ہیں۔

مَن کہ ہاشم مدح خوانت اے شہِ عالی ہمم
نام من عبدالحمید است و خطابم چودھری

خادم ناچیز ہستم منظر اسلام را
ختم سازم بردعایت نیست کارم شاعری

نظام آصف جاہ سابع کی خدمت میں اس طرح دعائیہ کلمات پیش کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتے ہیں۔

سالہامانی سریر سلطنت راجلوہ گر
برسرت دائم درخشاں باد تاج قیصری

صید ہر کامت بدام دبادۂ عشرت بجام
ابلق ایام رام وعون حق دردر یادری

ناچیز بھی اخیر میں دعا کرتا ہے کہ اے مولائے کریم اعلیٰ حضرت کی یادگار منظر اسلام کو آفات روزگار سے محفوظ رکھ اور اس کے منتظمین و بہی خواہان کو عزت و آبرو کے ساتھ زندہ رکھ اور محبت و الفت رسول ﷺ میں مر مٹنے کی توفیق رفیق عطا فرما۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

نوٹ:

مولانا عبدالحمید چودھری علیہ الرحمۃ کی منظر اسلام کے حوالے سے اس پر خلوص کوشش کے باوجود امام احمد رضا کے جانشین حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری بریلوی علیہا الرحمۃ نے نظام دکن کی اس پیش کش کو رد فرما دیا۔

☆☆☆

(تعلیم

پروفیسر انوار
تعلیم۔

بچکانہ لگتا ہے انٹرنیـ
چھوٹی سے اسکرینـ
والے کو جواب دیـ
کی نہیں صحت دماغ
طوطی کی آواز کو سنـ
گے---

مغرب
زندگی سے سیاسی و
وہیں علمی سطح پر خود
کو ہمارے اذہان
ہمارے فہم و فکر پر کا
نظریہ، جگہ ہی نہیں
ہو---

اس تـ
آتے ہیں تو کہاں
کتنا جانا، کس طـ
تعریف کی بحث

*(ایڈیشنل سکریٹری

(تعلیمات احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں)

پروفیسر انوار احمد زئی *

تعلیم کسے کہتے ہیں، عہد جدید میں یہ سوال بجائے خود بچکانہ لگتا ہے انٹرنیٹ کی دنیا میں، جب کرہ ارضی سمٹ کر کمپیوٹر کی چھوٹی سے اسکرین پر عکس محض بن کر آ گئی ہو ایسے سوال پوچھنے والے کو جواب دینے کی بجائے، دعا دی جاتی ہے اور وہ درازئ عمر کی نہیں صحت دماغی کی---لیکن کیا کیا جائے کہ نقار خانے میں طوطی کی آواز کو سننے والے ہی کم رہ جائیں تو سمجھنے والے کتنے ہوں گے---

مغرب کی فکری یلغار نے جہاں ہماری سماجی و معاشی زندگی سے سیاسی وتہذیبی زندگی تک کو زیروزبر کر کے رکھ دیا ہے وہیں علمی سطح پر خودساختہ تعریفوں، نظریوں، اصطلاحوں اور آدرشوں کو ہمارے اذہان وافکار پر اس طرح مسلط کر دیا ہے کہ اس کے سوا ہمارے فہم وفکر پر کوئی اور بات، کوئی زاویہ، کوئی اور پہلو اور کوئی اور نظریہ، جگہ ہی نہیں پاتا، خواہ وہ زاویہ، وہ نظریہ، ہمارا اپنا ہی کیوں نہ ہو---

اس تناظر میں جب ہم تعلیم یا علم کی تعریف کی منزل پر آتے ہیں تو کہا یہ جاتا ہے کہ، علم جاننے کو کہتے ہیں---کیا جاننا، کتنا جاننا، کس طور جاننا، کس لئے جاننا اور کیونکر جاننا---؟ اس تعریف کی بحث سے خارج قسم کی چیزیں ہیں۔ اسی لئے عام اصطلاح میں ناخواندہ اسے کہتے ہیں جو پڑھا لکھا نہ ہو اور ظاہر ہے خواندہ وہ ہوا جسے لکھنا پڑھنا آتا ہو---ایسی تعریف کو منطبق کر کے ہم جاہل اسے کہتے ہیں جو بے علم ہو، عالم اسے جو سند یافتہ ہو---کس قدر عجیب راستہ ہے جو چلتا چلا جاتا ہے مگر منزل تک نہیں پہنچاتا---حالانکہ جہل کا مطلب اندھیرا ہے، علم کا مطلب اجالا----کوئی بھی ایسا علم جو علم حاصل کرنے والے کو اجالے تک نہ لا سکے، اسے جہل یعنی اندھیرے ہی کا شکار بنائے رکھے گا۔ اس کا بدیہی مطلب یہ ہوا کہ ناخواندہ ہونا الگ بات ہے اور جاہل ہونا الگ بات---ایک سند یافتہ شخص اگر اجالے تک بوجوہ نہ آسکا تو وہ سند رکھنے کے باوجود جاہل رہا جبکہ دوسرا شخص جس نے رسمی تعلیم اور دنیاوی اسناد تو حاصل نہ کی مگر، جسکے دل میں فہم وادراک کی روشنی، تفکر وتدبر کی ضیا، فہم وفراست کا نور، شعور وآگہی اور خود آگہی کے توسل سے خدا آگہی اور عشق رسالت کے قندیل روشن ومنور ہیں، اسے اندھیرے کا اسیر کون کہے گا---بس یہی مختلف تعریف، تعلیم کے تعارف سے، تعلیم کے منصب تک لے جانے کی سبیل ہے۔

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تمام اصناف علوم کی تعلیم کا مقصد ومدعا، دین فہمی اور اللہ رب العزت اور رسول ختمی مرتبت کے راستے پر چلنا ہے''

*(ایڈیشنل سکریٹری وزارت تعلیم، حکومت سندھ، کراچی، پاکستان)

---اعلیٰ حضرت کے مطابق ''تعلیم اگر خدارسی اور رسول شناسی میں معاون نہیں تو بے کار محض اور تضیع اوقات ہے''---

یہی وہ مقام ہے جہاں تعلیم کے حوالے سے ہم خود کو دوراہے پر کھڑا محسوس کرتے ہیں---مغرب کے مروجہ تعلیمی اصولوں کے مطابق تو وہ تعلیم جو ہمارے مدارس میں دی جارہی ہے وہ خدارسی و رسول شناسی میں معاون ہونے کی بجائے اس کار خیر میں رکاوٹ بن رہی ہے---گویا بقول اقبال۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدائے لاالہ الا اللہ

اسی بات کو ایک اور جگہ اقبال کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

میں نے عنوان کے حوالے سے منصب تعلیم کی بات ہی اس لئے چھیڑی ہے کہ ہم مقصد تعلیم کو منصب تعلیم سے مشروط کر کے یہ دیکھ سکیں کہ ہمارا مقصد تعلیم ہمارا منصب تعلیم سے کتنا قریب یا کتنا دور ہے---

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے علوم نافعہ اور مفیدہ کے لئے ایک معیار مقرر فرمایا ہے، مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی ، الملفوظ کی جلد اول میں تحریر کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ''علم نافع وہ ہے جس کے ساتھ فقاہت ہو'' اور فقاہت وہ دولت عظمیٰ ہے جسے خداوند کریم نے خیر کثیر فرمایا ہے، فرمان رسالت ہے کہ ''جسے دین کی سمجھ دی گئی اسے خیر کثیر عطا ہوئی'' اس حوالے سے حضرت امام غزالی فرماتے ہیں:

''علم فرض عین ہے اس میں یہی امر حق ہے---بس جو شخص واجب کو پہچان لے گا اور اس کے واجب ہونے کے وقت کو معلوم کرے گا تو وہ علم کہ اس پر فرض عین تھا اس کو سیکھ لے گا''---اسی طرح ابن خلدون علوم الٰہیہ کو منتہائے مقصود تعلیم قرار دیتے ہیں---

اس منصب تعلیم کے مقابلہ میں ہمارا مقصد تعلیم کیا کہتا ہے ذرا دیکھیے---پاکستان میں قائم ہونے والا پہلا تعلیمی کمیشن جسے بعد کی تعلیمی پالیسیوں میں محاورتاً ''بائبل'' کا درجہ دیا جاتا رہا ہے دیگر مقاصد کے ساتھ تان جس بات پر ٹوٹتا ہے وہ یہ ہے کہ:

"Education is a Public invertment and this shoud be used as a vehicle for creating a welfare state, our greatest need as a people is to improve constantly our sfandard of living"

گویا ہماری تعلیمی پالیسی میں تعلیم سرمایہ کاری ہے---

ہر سرمایہ کاری کے پیچھے حصول منافع کی کوشش کارفرما ہوتی ہے، اسی لئے ہمارے تعلیمی ادارے یا تو سرکاری ہیں جس میں عالمی بینک سرمایہ کاری کر کے منافع خوری کے پھل پا رہا ہے یا غیر سرکاری تعلیمی ادارے ہیں جو معدودے چند منافع بخش کاروبار کی صورت پھل پھول رہے ہیں--- لیجئے جب مقصد تعلیم سرمایہ کاری ہو تو منصب تعلیم اچھے عہدے کا حصول یا دولت کی طمع کے سوا کیا ہوگا---اسی کیفیت اور اعلیٰ حضرت کے نظریہ تعلیم میں جو بُعد ہے وہ ہمارے سفر اور ہماری منزل کے بُعد سے عبارت ہے---

میں پچھلے برس واشنگٹن میں عالمی بینک کے ایک تعلیمی پروگرام میں شریک تھا، گفتگو بہر صورت تعلیم پر ہو رہی تھی اور موضوع سخن تعلیم بطور سرمایہ کاری تھا میں نے عرض کیا تھا کہ سرمایہ اگر زر و مال کے ساتھ نظریے سے مشروط ہو تو اسی سرمایہ کاری کے نتیجے میں جو منافع حاصل ہوتا ہے وہ تطہیر ذات اور تربیت کائنات

سے ہم رشتہ سمجھا جاتا
مقصد کارفرما ہوتو پھر
آتی ہے اور کسی کے
سرمایہ کماتے ہیں
خریدتے ہیں، غلا
آئندہ نسلوں کو تر
کا منصب سمجھے
ہے کہ "sers
منگوں کو انتخاب
بدقسمتی
بلکہ انسانیت کو ڈ
یوں ہم بھی اپنے
کرنل، جرنل اپ
جبکہ حضرت امام
افراد کو اپنی اسناد
سمونا چاہیے تاکہ
سے زندگی کے
امام
سے صرف نظر
حدیث پاک
دے''---حد
''
دنیا میں مفید
نزدیک منافع
مغرب کی لغ

سے ہم رشتہ سمجھا جانا چاہیے---مگر سرمایہ کاری میں اگر محض تجارتی مقصد کارفرما ہو تو پھر منافع میں بھی کسی کے نصیب میں سرمایہ داری آتی ہے اور کسی کے مقدر میں مسلسل غلامی---قرض دینے والے سرمایہ کماتے ہیں اور بے سوچے سمجھے قرض لینے والے غلامی خریدتے ہیں، غلامی ورثے میں چھوڑتے ہیں اور غلامی ہی اپنی آئندہ نسلوں کو ترکے میں دے جاتے ہیں---ہمارا مقدر بھی تعلیم کا منصب سمجھے بغیر متذکرہ صورت حال سے مختلف نہیں،---کہا جاتا ہے کہ "Beggers are not chosers" بھیک منگوں کو انتخاب کا حق نہیں ہوتا ہے۔

بدقسمتی یہ ہے کہ تقلید مغرب میں ہم نے بھی انسانوں کو بلکہ انسانیت کو ڈگریوں اور گریڈوں سے ناپنا شروع کر دیا ہے اور یوں ہم بھی اپنے ناموں کے ساتھ ڈگریوں کو یوں سجاتے ہیں جیسے کرنل، جرنل اپنے سینوں پر فتوحات سے عبارت تمغے سجاتے ہیں جبکہ حضرت امام احمد رضا کے نظریے کے مطابق ہمارے علم یافتہ افراد کو اپنی اسناد کو سینے کے اوپر سجانے کی بجائے سینے کے اندر سمانا یا سمونا چاہیے تا کہ ان کے اندر نظریے کی تطہیر اور عقیدے کی پختگی سے زندگی کے تبدل کا پتہ چلے۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم میں نظریۂ افادیت سے صرف نظر نہیں کیا اور وہ اس لئے بھی کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ "میں ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے"---حضرت امام احمد رضا نے اس ضمن میں فرمایا ہے کہ:

"نصاب میں وہ علوم شامل کئے جائیں جو دین و دنیا میں مفید ہوں، دین فہمی میں معین و معاون ہوں---ان کے نزدیک منافع یہی ہے---اسی کو منصب تعلیم کہتے ہیں---کہاں مغرب کی لغت میں تعلیم میں سرمایہ کاری کی تعریف اور منافع کی شرح اور کہاں حقیقی منصب تعلیم کے حوالے سے حقیقی منافع کی تشریح پھر وہ فرماتے ہیں:

"رزق علم میں نہیں وہ تو رزّاق مطلق کے پاس ہے وہ خود اپنے بندوں کا کفیل ہے"

اب آیئے اس نازک ترین منزل کی طرف جہاں منصب تعلیم کا سمجھنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے---حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ کی جلد دہم میں فرماتے ہیں:

"ذی علم مسلمان اگر بہ نیت ردِ نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لئے صرف زبان سیکھنے یا حساب، اقلیدس، جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہو جائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے"

ایسا لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے ہمیں اس تحریر کے ذریعے آئینے کے سامنے لاکھڑا کیا ہے---مانا کہ علوم جدیدہ اور خصوصاً انگریزی کی تعلیم وقت کا تقاضہ اور بدقسمتی سے ترقی یافتہ و روشن خیال ہونے کی دلیل ہے تاہم ان علوم کا حصول، اس حد تک جہاں سے اپنے دین اور فرض سے دوری کا خدشہ نہ ہو، قابل قبول ہے---مگر ہمارے ساتھ تماشہ یہ ہوا کہ ہم غلامی کا حق ادا کرنے کیلئے انگریزی کے علم کے قریب ہوتے ہوتے اپنے دین اور فرض سے اتنا دور ہو گئے کہ خود تماشہ بن کر رہ گئے ہیں---مجھے یہاں یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ جب بغداد کو تاتاریوں اور چنگیزیوں نے تاراج کیا تھا اور وہاں کے علمی خزانوں کو نذر آتش کر ڈالا تھا، اس وقت ہمارا علمی سرمایہ ہم سے بڑی حد تک چھن کر رہ گیا تھا، مگر اس حادثے اور المیے کے صدیوں بعد جب سے ہم مغرب کی پہلے جسمانی غلامی

اوراس کے بعد مسلسل ذہنی غلامی کے نرغے میں آئے ہیں، ہم جدید علوم کے نام پر کیمبرج اور آکسفورڈ کے معیارات کو زندگی کا بدل سمجھ بیٹھے ہیں اور ہماری اس فکری بے جہتی نے ہمیں اپنے ذہن اور فرض سے اس قدر دور کردیا ہے کہ اگر آج کوئی تعلیم یافتہ فرد اس حوالے سے بات کرے تو اسے دقیانوسی، ملائیت کا شکار اور بنیاد پرست کہہ کر حقارت سے دیکھا جاتا ہے--- سوایسی فکری انتشار نے ہم سے منصب تعلیم چھین لیا ہے یہی نہیں ہمارے سامنے مختلف نظریوں کے تعلیمی معیارات بھی لے آئے گئے ہیں تاکہ ہم ان کی غلام گردشوں میں بھٹکتے رہیں اور باہر نہ نکل سکیں۔ اعلیٰ حضرت نے اس حوالے سے فرمایا ہے کہ ''دنیا کے علم کا حصول اگر اس نیت سے کیا جائے کہ اس سے دین کا مفاد مقصود ہو تو وہی تعلیم دین بن جائے گی''

یونان میں جب اسپارٹا اور اتھینز کے دو مختلف المزاج نظریہ ہائے تعلیم کی گونج سنی جارہی تھی، اس وقت بھی ایک مکتب فکر میں جسمانی پرورش، جنگجویانہ جوہر اور سخت کوشی اور محنت کو زندگی سے مشروط قرار دیا گیا تھا جبکہ دوسرے مدرسہ فہم میں انسانی ذہن کی جلا، روح کی بالیدگی اور آدرشوں کے حصول کو تعلیم سے عبارت بتایا جارہا تھا۔ یہ قبل مسیح کی آوازیں تھیں مگر ان دونوں میں سے بہرحال ایک ذات کے حصار تک محدود نظریہ تھا اور دوسرا اپنے اور کائنات کے پھیلاؤ کو چھونے کا خیال رکھتا ہے--- بعد کے حالات نے دوسرے مکتب فکر کو قبولیت کی سند دی ---لیکن لگتا ہے کہ ہم صدیوں کا سفر طے کرنے کے باوجود ترقی معکوس کی علامت بنے اس وقت اتھینز سے زیادہ اسپارٹا کے نظریہ تعلیم سے قریب تر ہو کر رہ گئے ہیں۔

جس وقت غیر منقسم ہندوستان میں میکالے کے نظریات تعلیم کو عام کیا جارہا تھا جس کا مقصد ہند میں تعلیم کے نام پر کلرک پیدا کرنا اور سند کے نام پر ذہنوں کو حاکموں کا غلام بنانا تھا، اس وقت بھی جو آواز اندھیرے اجالے کا فرق بتارہی تھی وہ حضرت احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کی آواز تھی---وہ فرمارہے تھے ''علوم عقلیہ، سائنس، فلسفہ، منطق، نجوم، ہیئت وغیرہا کی تعلیم کے بارے میں نظریہ یہ ہے کہ ان علوم کو آیات قرآنی واحادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں پرکھا جائے نہ کہ آیات وحدیث کو سائنسی اصولوں اور فلسفہ ومنطق وغیرہا کے وہمی نظریات کی روشنی میں ---معیار حق وصداقت اللہ اور رسول ﷺ کے فرامین ہیں''---

لیکن حاکموں نے جب دیکھا کہ محکوموں کو ذہنی غلامی سے آزاد کرانے کیلئے فکری لہر اٹھ چکی ہے تو انہوں نے ایک طرف میراث علم دین سے دور کرنے کیلئے ذریعہ تعلیم کو مادری یا زمینی زبان سے بدل کر انگریزی کردیا تو دوسری طرف جمہوری اور اشتراکی نظریہ تعلیم کی بحث چھیڑ دی --- یہی نہیں ان دونوں طرز ہائے زندگی پر محمول نظریات کی یورش کر ڈالی ---لوگ اپنی میراث کو سنبھالنے کی بجائے ان دو ٹکڑیوں میں بٹ گئے اور پوچھنے لگے کہ اشتراکی نظریہ تعلیم کیا ہے اور جمہوری فکر تعلیم کسے کہتے ہیں۔

ہرچند کہ اشتراکیت کے علمبردار دعویٰ تو کرتے ہیں کہ تعلیم وتربیت کے ذریعے ہم افراد کو سماج کا بے نفس خادم بنانا چاہتے ہیں لیکن وہ دراصل طلبہ کی فطری صلاحیتوں اور انفرادی خصوصیات کو اس انداز سے موڑنے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ اپنی شخصیت کو اجتماعی مادی مفاد پر قربان اور اپنی انفرادیت کو اجتماعیت میں گم کردیں، وہ طلبہ کو مادہ پرست، مذہب دشمن اور خدا کا باغی بناتے ہیں ان کے اندر طبقاتی منافرت پیدا کرتے ہیں اور انہیں جانوروں سے بدتر بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح چند افراد یا ایک

مختصری پارٹی مملکت ۔
جان پر قابض ہو کر دو
اپنا آلۂ کار بنا لیتی ہے
اس کے
جاتا ہے کہ اس میں
اکثریت کی رائے ۔
ہوگا لیکن اس طرز تعل
روی، بداخلاقی او
روحانی ترویج، دیخ
--- یہی وجہ ہے
احمد رضا خاں فاضل
تشریح ہی کو اپنا را
زیادہ روح کی بالیہ
اشتراکی اور جمہوری
نہ تو اشتراکیوں کی
اور نہ جمہوری طرز
اللہ اور اس کے ر
نہیں ہوسکتا---
الٰہی اور تربیت کا
قرآن، حدیث
قرآن کو سینوں
کرنے کا مسرت
مغرب اگر مقص
ہے وہیں اسے
مسلمانوں کا کو

مختصری پارٹی مملکت کے سارے وسائل وذرائع اور سب کے جسم و جان پر قابض ہوکر دووقت کی روٹی کے عوض ہر ایک کو بے ضمیر اور اپنا آلۂ کار بنالیتی ہے۔

اس کے برخلاف جمہوری نظریہ تعلیم میں ثابت تو یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں حبس کی بجائے آزادی کی فضا ہے اور عوام کی اکثریت کی رائے سے ہر فیصلے کے ساتھ تعلیم کی قسمت کا فیصلہ بھی ہوگا لیکن اس طرز تعلیم میں شخصی آزادی کے نام پر عریانیت، بے راہ روی، بداخلاقی اور ایک دوسرے سے مادّی مسابقت کے سوا، روحانی ترویج، دینی تعلیم اور نظریاتی آدرشوں کی امید کم رہ جاتی ہے ---یہی وجہ ہے کہ ان دونوں انتہا پسند راستوں سے ہٹ کر امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی نظریہ تعلیم کی تشریح ہی کو اپنا راستہ بتایا ہے، جہاں جسم و جان کی منفعت سے زیادہ روح کی بالیدگی اور ایمان کی پختگی کا راستہ ملتا ہے۔ دراصل اشتراکی اور جمہوری نظریہ ہائے تعلیم کے برخلاف اسلامی نظریہ تعلیم نہ تو اشتراکیوں کی طرح برسراقتدار پارٹی کو خوش کرنے کیلئے ہے اور نہ جمہوری طرز معاشرت ووٹروں کو مطمئن کرنے کا ذریعہ، یہ تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کا راستہ ہے جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا---اس لئے اعلیٰ حضرت کے مطابق علم کا منبع کتاب الٰہی اور تربیت کا سرچشمہ سیرت طیبہ ﷺ ہے تعلیم کے حقیقی ذرائع قرآن، حدیث اور اجماع و قیاس ہیں اس لئے مسلمانوں نے قرآن کو سینوں میں محفوظ کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث کو جمع کرنے کا مسرت بخش حیران کن کارنامہ انجام دیا۔ اس وقت بھی مغرب اگر منصۂ ادب پر تنقید کے میدان میں اپنی افضلیت جتاتا ہے وہیں اسے یہ اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے کہ تحقیق کے میدان میں مسلمانوں کا کوئی ہمسر اور مقابل نہیں ہے فن اسماء الرجال میں، روایت اور درایت کے اصول وضع کر کے جس طور احادیث جمع کرنے کا اہم، تاریخی، دینی اور علمی کارنامہ انجام دیا، اس کا ثانی نہ کل کوئی پیش کرسکا، نہ آج اور نہ آنے والے کل کوئی یہ کارنامہ انجام دے سکتا ہے، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ سے مسلمانوں کے عشق نے یہ کارنامہ کر دکھایا اور یہی احادیث دراصل کتاب الٰہی کے ساتھ مسلمان کے لئے تعلیم کے حصول کا ذریعہ بھی ہیں اور یہی اس کی منزل بھی۔

ان سرچشمہ ہائے ہدایت سے فیض پانے والے قربانی کے جذبے سے سرشار ہوتے ہیں، جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں، اور کفر والحاد سے نبرد آزمائی کو عبادت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اس علم کی برکت سے ان کے اندر کی روحانی قوت بیدار ہوتی ہے، وہ حیران کن باتیں کر دکھاتے ہیں لیکن اپنی ذات کیلئے نہیں رضائے الٰہی اور خوشنودی مکی مدنی العربی ﷺ کے لئے۔ ایسی ہی تعلیم کا کرشمہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک ظالم حکمراں کے دربار میں مرشد کے بعد تہ تیغ کرنے کیلئے مرید کو لایا گیا---مرید، متدین بھی تھا اور فیض ریاضت سے معمور بھی---اپنوں کے درمیان ابریشم کی طرح نرم مرید، معرکہ حق و باطل ہو تو فولاد صفت مومن بن جانے کی کیفیت سے متصف بھی تھا۔ ظالم حکمراں نے کہا کہ تم بھی اپنے مرشد کی طرح اپنے علم کو پھیلانے سے باز نہیں آؤ گے، مرید نے جواب دیا کہ میری زندگی دینی تعلیم عام کرنے کے بغیر بے کار محض ہے، اس لئے میں یہ کام جاری رکھوں گا، ظالم حکمراں نے جلاد کی جانب دیکھا اور کہا ''تو پھر اس کے ساتھ وہی کرو جو اس کے مرشد کے ساتھ کیا تھا، اس کی بھی گردن اسی تلوار سے قلم کردو جس سے اس کے مرشد کی گردن اڑائی تھی'' یہ سنتے ہی مرید نے ایک نوکدار چیز سے اپنی شہادت کی انگلی کے پہلے پورے کو کاٹ ڈالا اور پھر انگلی فضا

میں بلند کر کے بولا "دیکھو میری انگلی سے خون بہہ رہا ہے اب تم سب اپنی انگلیوں کو بھی دیکھ لو ان کا کیا حال ہے، دربار میں بیٹھے سب ہی لوگوں نے بشمول ظالم حکمراں اپنی اپنی پہلی انگلیوں کو جو دیکھا تو سب سے اوپر کے پورا کٹا ہوا تھا اور اس میں سے خون بہہ رہا تھا یہ دیکھ کر سب سکتے میں آ گئے اور حیرانی سے مرید کو دیکھنے لگے مرید نے ان کی آنکھوں میں موجود سوال کو سمجھ کر کہا "ہاں لوگو، دیکھ لو یہ خدا کا فضل اور میرے نبی کی عطا ہے کہ اس وقت میں نے اپنی انگلی کاٹی تو تم سب کی انگلیاں بھی کٹ چکی ہیں، اب سوچو تو میری گردن کٹی تو تم سب کا کیا حال ہوگا---یہ سنتے ہی ظالم حکمراں نے جلاد کو اپنی جگہ پر واپس چلے جانے کا حکم دیتے ہوئے مرید سے پوچھا---"اے نوجوان! کیا تمہارا مرشد تم سے کم کمالات کا شخص تھا؟" اس نے جواب دیا "نہیں، وہ میرا مرشد تھا، کمالات میں بھی اور فیوض میں بھی وہ مجھ سے بہت آگے تھا" ظالم حکمراں نے کہا "پھر اس نے یہ کمال کیوں نہیں دکھایا" --- مرید کیلئے یہاں شرمندگی کی منزل تھی، آبدیدہ ہو کر بولا---"ہاں، وہ کمالات میں بھی مجھ سے زیادہ تھے اور ظرف میں بھی مجھ سے بڑے---ضبط و تحمل کا یہ آخری سبق بھی میں ان سے سیکھ لیتا تو میں بھی اس وقت ظرف کا مظاہرہ کرتا"

دین کے لئے، اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے تعلیم دینے والے اور لینے والے کمالات کے حامل بھی ہوتے ہیں اور قربانی کے جذبے سے سرشار بھی۔ مغربی تعلیم نے ہمیں دولت کمانے کی چھلنی ہاتھ میں دے کر ہم سے ہمارا منصب تعلیم چھین لیا ہے، وہ منصب تعلیم جس کے لئے اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ:

"قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے رہیں جو صحابہ کرام، تابعین، مفسرین، معتمدین نے لئے ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتا نصرانی سائنس میں ملے، مسلمانوں کو کیسے حلال ہو سکتا ہے"

(نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مصنفہ امام احمد رضا، صفحہ ۹)

اس تشریح سے صاف پتہ چلا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا منصب تعلیم اقبال کے الفاظ میں یہی ہے کہ۔

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

☆☆☆

تحریر: اقبال احمد اختر القادری

تلخیص: سید وجاہت رسول قادری

امام احمد رضا اور ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے ہم عصروں میں دو ماہرین ریاضی قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں عظیم ہستیوں کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر رہنے کا اعزاز حاصل رہا ہے۔

پہلی شخصیت جسٹس سر شاہ سلیمان کی ہے جنہوں نے ''نظریہ اضافت'' (Theory of Relativity) پر گراں قدر کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں، لیکن یہ امر قابل افسوس ہے کہ ان کی کاوشوں کو فراموش کیا جا چکا ہے، ان کی تحریرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ امام احمد رضا کے سائنسی نظریات سے متاثر تھے۔ دوسری عظیم ہستی ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء) نے چار سال کی عمر میں قرآن شریف ناظرہ ختم کیا۔ ۶ برس کی عمر میں عید میلاد النبی ﷺ کے عنوان پر ایک بڑے مجمع سے خطاب کیا۔ نہایت نوعمری میں صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھ لیں، تمام علوم وفنون اسلامیہ، نقلیہ عقلیہ اپنے والد ماجد علامہ مولانا نقی علی خاں سے گھر پر ہی حاصل کئے۔ تیرا برس، دس ماہ، پانچ یوم کی عمر میں جمیع علوم دینیہ کی تکمیل فرما کر ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں سند فراغت حاصل فرما کر مسند افتاء سنبھالی اور اسی دن پہلا فتویٰ تحریر کیا۔

امام صاحب کو علوم دینیہ کے علاوہ دیگر علوم عقلیہ قدیمہ وجدیدہ مثلاً فلسفہ، فزکس، کیمیا، ریاضی، حساب، الجبرا، جیومیٹری ٹرگنومیٹری، ٹاپالوجی، فلکیات، جفر، ہیئت وغیرہ پر کامل دسترس حاصل تھی، اور ہر فن پر انہوں نے ایک یادگار تصنیف بھی چھوڑی ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق ۷۰/ سے زیادہ علوم وفنون پر وہ کمال عبور رکھتے تھے۔ طریقت میں وہ حضرت شاہ سید آل رسول علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے اور ۱۳/ سے زیادہ سلاسل میں انہیں خلافت و اجازت حاصل تھی۔ محققین نے آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ بتائی ہے، جن میں تین تصانیفی کارنامے ان کا شاہ کار ہیں:

۱----- مجموعہ فتاویٰ بعنوان ''العطایا النبویہ فی فتاویٰ الرضویہ'' جس کی جدید ترتیب پر ۱۹/ جلدیں اب تک طبع ہو چکی ہیں

۲----- قرآن مجید کا نہایت سلیس اردو ترجمہ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' اور

۳----- دو جلدوں اور ایک ''باقیات رضا'' پر مشتمل نعتیہ دیوان بعنوان ''حدائق بخشش''۔

آپ نے اپنے عہد میں مذہب وسیاست دونوں میں تجدید واحیاء دین کے فرائض انجام دیئے جس کی بناء پر اس دور کے اکثر علماء عرب وعجم نے آپ کو مجدد عصر تسلیم کیا۔ ۱۹۲۱ء کے ہنگامی

سال میں آپ نے ۲۸؍اکتوبر کو وصال فرمایا۔ (ھجری سن کے مطابق ۲۵صفر المظفر ۱۳۴۰ھ)

۶۵؍سالہ زندگی میں آپ نے جو دینی، ملی اور علمی خدمات انجام دی ہیں اس کے احاطہ کیلئے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) پاکستان کے تعاون سے ۲۵؍سے زیادہ عالمی جامعات میں تحقیقی کام ہو چکا ہے اور مزید جاری ہے، ان کے علاوہ تصنیفی میدان میں اب تک سینکڑوں علماء اور اسکالرز آپ کے حالات اور کارناموں پر مقالات اور کتب تصنیف کر چکے ہیں، اور یہ عمل مسلسل جاری ہے۔ کسی ایک شخصیت پر گزشتہ ۵۰؍برسوں سے سال بہ سال اتنی کثیر تعداد میں تصنیف وتالیف اور تحقیق وتدقیق کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اپنی مثال آپ ہے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین میرٹھ کے معروف زبیری خاندان میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم میرٹھ میں حاصل کی، بعد میں اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان گئے۔

ڈاکٹر سر ضیاء الدین نہایت صاف گو، خدا ترس، علم دوست کھرے انسان، اور بے پناہ قوت ارادی کے مالک تھے۔ ام-اے-او-کالج ۱۸۷۵ء میں قائم ہوا تھا۔ اس کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دلانے کے لئے آپ کی کاوشیں ناقابل فراموش ہیں، بالآخر آپ کی جد جہد کی بناء پر ۱۹۲۰ء میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کا قیام عمل میں آیا۔ آپ پہلے اس کے پرو وائس چانسلر اور بعد میں وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے دور کے دنیا کے ممتاز ترین ریاضی داں تسلیم کئے جاتے تھے۔ یہی وجہ کہ برٹش گورنمنٹ نے بارہا آپ کو اعلیٰ تنظیمی (سرکاری) عہدوں کی پیش کش کی لیکن آپ نے ہر بار مسلم یونیورسٹی کی خدمت کو ترجیح دی اور پیش کشوں کو مسترد کر دیا۔ ۱۹۳۸ء میں قائد اعظم کی ایما پر مسلم لیگ پارٹی کے جنرل سیکریٹری بنے، ۱۹۴۱ء میں دوبارہ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے اور ۲۳؍دسمبر ۱۹۴۷ء کو آپ کا انتقال ہوا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے احاطہ میں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب ہم عصر تھے۔ لیکن ان کی ملاقات کی تقریب کا ذریعہ ۱۹۱۱ء سے قبل کا ایک واقعہ بنا۔ ڈاکٹر صاحب کو علم المربعات کے کسی سوال میں دشواری پیش آئی تو انہوں نے رامپور کے اخبار دبدبۂ سکندری میں اس حل طلب سوال کے ساتھ ایک اشتہار شائع کر دیا کہ کوئی صاحب اس کا حل پیش کریں۔ اتفاق سے دبدبۂ سکندری امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مطالعہ میں رہتا تھا جب امام موصوف نے وہ سوال ملاحظہ کیا تو اس کا حل تحریر فرمایا اور اس کے ساتھ ہی اسی نوعیت کا ایک اور سوال (Problem) تحریر کر کے اخبار دبدبۂ سکندری کو بھیجا کہ کوئی ریاضی داں اس مسئلہ ریاضی کا حل پیش کرے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کی نظر سے جب اپنے سوال کا حل اور پھر ساتھ ہی ایک دوسرا حل طلب سوال گزرا تو وہ حیران رہ گئے کہ ایک عالم دین بھی اس فن سے آگاہی رکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے دبدبۂ سکندری کے دوسرے ایڈیشن میں اعلیٰحضرت کے پیش کردہ سوال کا حل تحریر کیا۔ امام احمد رضا نے ڈاکٹر صاحب کے حل کی تغلیط کی جو دبدبۂ سکندری میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو امام احمد رضا کے اس جواب الجواب نے مزید متحیر کر دیا کہ ایک عالم دین نہ صرف یہ کہ فن سے واقف ہے۔ بلکہ اس پر کامل دسترس بھی رکھتا ہے یہ سر ضیاء الدین احمد سے حضرت امام احمد رضا کا پہلا غائبانہ تعارف تھا۔

ایما پر مسلم لیگ پارٹی کے
مسلم یونیورسٹی کے وائس
آپ کا انتقال ہوا اور مسلم
ہوئے۔
ضیاء الدین احمد صاحب
کا ذریعہ ۱۹۱۱ء سے قبل کا
ت کے کسی سوال میں
نبار دبدبۂ سکندری میں
ر شائع کردیا کہ کوئی
بدبۂ سکندری امام احمد
امام موصوف نے وہ
ں کے ساتھ ہی اسی
یر کرکے اخبار دبدبۂ
ریاضی کا حل پیش
ظر سے جب اپنے
ب سوال گزرا تو وہ
آگاہی رکھتا ہے۔
رے ایڈیشن میں
امام احمد رضا نے
ی میں شائع ہوئی
اب الجواب نے
سے واقف ہے.
الدین احمد سے

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو ریاضی کے ایک مسئلہ میں الجھن پیش آئی اس کے حل کی تمام کوششیں ناکام ہونے پر انہوں نے جرمنی کے سفر کا قصد کیا۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد کے دوست مجسٹریٹ حشمت اللہ بریلوی اور شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے استاد مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو مشورہ دیا کہ اتنا طویل سفر کرنے کی بجائے پہلے وہ امام احمد رضا خاں صاحب سے بریلی شریف جاکر ملاقات کرلیں ممکن ہے بلکہ امید ہے کہ یہ مسئلہ یہیں حل ہوجائے۔ ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب نے ان حضرات کے اصرار پر بریلی کے دو سفر کیئے۔

پہلا سفر اکیلے کیا، بریلی میں ان کا قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے گھر تھا اس سے قبل مولانا سید اشرف بہاری صاحب کا تعارفی خط امام احمد رضا کے پاس پہنچ چکا تھا۔ دو چار دنوں بعد ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰ حضرت کو اطلاع دی کے شام پانچ بجے تک حاظر خدمت ہوں گا۔ وقت مقررہ پر ڈاکٹر موصوف کار سے تشریف لائے۔ نماز عصر اعلیٰ حضرت کے ساتھ مسجد میں ادا کی اس کے بعد فن ریاضی اور اس کے متعلقات پر ڈاکٹر صاحب اور اعلیٰ حضرت کی طویل گفتگو ہوئی۔ امام احمد رضا نے ڈاکٹر صاحب کو اپنا قلمی نسخہ پیش کیا جس میں مثلث اور دوائر کے اشکال تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے چند مقامات سے اس کو ملاحظہ کیا اور حیرت زدہ ہوکر فرمایا کہ اس علم کے حصول کیلئے میں نے غیر ممالک کے اکثر سفر کیئے مگر یہ علم مجھے کہیں نہیں ملا اور میں خود کو آپ کے سامنے طفل مکتب سمجھتا ہوں۔ پھر اعلیٰ حضرت سے سوال کیا کہ آپ یہ فرمائیں کہ آپ کا استاد فن کون ہے؟ امام احمد رضا نے فرمایا کہ میرا کوئی استاد نہیں یہ صرف سرکار رسالت مآب ﷺ کا کرم ہے۔ میں نے اپنے والد ماجد سے صرف چار بنیادی قاعدے، جمع، تفریق، ضرب اور تقسیم سیکھے تھے کہ علم فرائض میں کام آئیں گے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ بیٹے اپنا وقت کیوں برباد کرتے ہو تم دین کا کام کرو مصطفیٰ پیارے ﷺ کی بارگاہ سے یہ علم تمہیں خود سکھادیا جائے گا۔ اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا تیسری قوت تک ہے، اعلیٰ حضرت نے اپنے شاگرد سید ایوب علی اور سید قناعت علی صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ میرے دو بچے بیٹھے ہیں انہیں آپ جس قوت کا سوال دیں یہ حل کردیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے امام صاحب سے سوال کیا کہ کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقتاً طلوع نہیں ہوا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طلوع ہوگیا۔ امام احمد رضا نے اس کا نظری اور علمی جواب مرحمت فرمایا اور پھر پانی بھرے ایک پیالے میں ایک پیسہ کا سکہ ڈال کر عملی طور سے بھی اس کا اثبات کیا۔ ڈاکٹر صاحب مطمئن ہوگئے۔ بعدہ ڈاکٹر صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ریاضیات کی جو کتب عربی میں ہیں اگر ان کا انگریزی ترجمہ ہوجائے تو میرے علاوہ بہت سے لوگ اس سے مستفید ہوسکیں گے۔ پھر انہوں نے مزید کہا کہ ان کے پاس عربی میں ریاضی کا ایک نادر و نایاب مخطوطہ ہے اگر حضرت امام صاحب اسے میرے ایک مولوی دوست کو سمجھادیں تو میں ان سے سمجھ کر اسے انگریزی میں منتقل کرلوں گا۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے ان سے حامی بھرلی پھر ڈاکٹر صاحب رخصت ہوگئے۔ بعد میں ڈاکٹر صاحب کے عالم دوست اس عربی کتاب کے ساتھ تشریف لائے اور تین چار روز اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کے بعد واپس

علیگڑھ چلے گئے۔

دوسری بار ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب اپنے دوست مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب (علیہ الرحمۃ) کے ہمراہ بریلی شریف تشریف لائے اور اس کے عینی شاھد مفتی برہان الحق جبلپوری (خلیفہ و تلمیذ اعلیٰ حضرت) ہیں۔

اس بار سر ضیاء الدین احمد اپنے لاینحل سوال کے ساتھ تشریف لائے۔ مختصر گفتگو کے بعد جب وہ سوال اردو حروف کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے سامنے پیش کیا گیا تو اعلیٰ حضرت نے ۵ منٹ میں ایک صاف کاغذ پر اشکال کو حل فرما کر ڈاکٹر موصوف کو پیش کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے دوسرے کاغذ پر حل کردہ اشکال کو انگریزی حروف کے ساتھ منتقل کیا اور خوب غور و خوض کرنے کے بعد جب اس کا حل سمجھ لیا تو اعلیٰ حضرت کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر فرمایا کہ حضرت آپ کا بہت شکریہ اور میں مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب کا بھی بہت ممنون ہوں کہ انہوں نے آپ کے در دولت تک میری رہنمائی کی جس کے حل کے لئے میں ہفتوں غور کرتا رہا اور حل نہ کر سکا اور جرمنی اور انگلینڈ جیسے دور دراز کا سفر کرنے کی تیاری شروع کر دی آپ نے ۵ منٹ میں حل کر کے رکھ دیا اللہ تعالیٰ آپ جیسے بزرگوں اور علماء کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔

ڈاکٹر صاحب جب رخصت ہو کر باہر نکلے تو مولانا سید سلیمان اشرف بہاری صاحب سے فرمایا کہ:

"اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے علاوہ شاید ہی ہو، اللہ نے ایسا علم (لدنی) دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ جو سوال ہفتوں غور و فکر کے بعد حل نہ ہو سکا وہ حضرت نے منٹوں میں حال کر دیا صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے، اللہ تعالیٰ انکا سایہ قائم رکھے اور ان کا فیض عام ہو"

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد اگر چہ خود وقت کے بہت بڑے ریاضی دان تھے بلکہ ان کی پوری زندگی اسی فن کی خدمت میں گزری، لیکن وہ امام احمد رضا کے تجر علمی کے اس قدر مداح اور ان کے کمال فن سے اس قدر متاثر تھے کہ جہاں کہیں بھی علم ریاضی کا ذکر آتا تو وہ امام احمد رضا کا حوالہ ضرور دیتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ امام صاحب کے اس علمی ورثہ کو کالج اور یونیورسٹی کی سطح پر اساتذہ اور طلباء کے استفادہ کے لئے پیش کیا جائے اور ریاضیات پر ان کی کتب کو عام کیا جائے۔

نوٹ: اس موضوع پر مفصل معلومات کیلئے ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری صاحب کا رسالہ "امام احمد رضا اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد" مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدر آباد (سندھ) مطالعہ فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد سید احمد المسیر ازھری

(استاذ، کلیہ اصول الدین، شعبۂ عقیدہ و فلسفہ جامعۃ الازھر، مصر)

یہ کوئی نئی بات نہیں کہ فاضل امام، محمد احمد رضا کو دنیا نے طعن و تشنیع کا شکار بنایا بلکہ اسلاف کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب بھی کسی نے علم و فضل میں کمال حاصل کیا تو مخالفتوں کا طوفان اس پر آن پڑا اور اس کی شخصیت کو طرح طرح سے مجروح کیا گیا، ائمہ اربعہ کی ذات اس کی واضح مثال ہے---رد قادیانیت پر ہمارے مصری علماء کی تصانیف بھی موجود ہیں مگر فاضل بریلوی کا طرز استدلال میں نے بڑا انوکھا پایا، ان کے ہاں جو باریک بینی، نکتہ سنجی، فقہی گرفت اور جزئیات پر کامل دسترس پائی جاتی ہے وہ ماضی قریب کے علماء ہند میں ان کی امتیازی شان ہے۔

شیخ
محمد عبدالباقی لکھ
دمیاطی مدنی،
بن محمد بن حسین
ترکی حضرمی (۰
محمد شطا مکی (۸۱)
ظاہر وتری مدنی
فالح ظاہری مد
ہیں۔ (۸۵)
حف
مقدس تین حکو
ترکوں کی حکومہ
پر آج کے شاہ
ھاشمی نے اب
ھاشمی مملکت کا
مالکی ان تینوں
۱۳۱۵ھ میں
معاون ہوئے
*(ناظم بہاء الد

فاضل بریلوی اور مفتی مالکیہ شیخ حسین مکی الازہری کا خاندان

مؤلف : محمد بہاء الدین شاہ *

پانچویں قسط

شیخ محمد علی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر اساتذہ میں شیخ محمد عبدالباقی لکھنوی مہاجر مدنی (۷۷) شیخ محمد ابی الخضیر بن ابراہیم دمیاطی مدنی، علامہ سید محمد عبدالحیٰ کتانی مراکشی (۷۸)، علامہ سید حسین بن محمد بن حسین شافعی حبشی علوی مکی (۷۹)، علامہ سید محمد سالم سری تریمی حضرمی (۸۰)، مفتی شافعیہ محمد سعید بابصیل مکی، علامہ سید عمر بن محمد شطا مکی (۸۱)، شیخ المعمر شیخ عبدالغنی بن صبیح بیماوی، علامہ سید علی بن ظاہر وتری مدنی (۸۲)، علامہ سید احمد بن اسماعیل برزنجی (۸۳) اور شیخ فالح ظاہری مدنی (۸۴) وغیرہ اپنے دور کے متعدد اکابر علماء شامل ہیں۔ (۸۵)

حضرت شیخ محمد علی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں حجاز مقدس تین حکومتوں کے دور سے گزرا۔ پہلے وہاں صدیوں سے ترکوں کی حکومت تھی جس کا خاتمہ ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء میں ہوا اور وہاں پر آج کے شاہ اردن حسین بن طلال کے دادا شریف حسین بن علی ھاشمی نے اپنے بادشاہت قائم کرلی۔ ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں اس ھاشمی مملکت کا خاتمہ ہوا اور پھر سعودی دور کا آغاز ہوا۔ شیخ محمد علی مالکی ان تینوں ادوار میں مختلف اہم مناصب پر تعینات رہے۔ تقریباً ۱۳۱۵ھ میں آپ مفتی مالکیہ شیخ محمد عابد مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے معاون ہوئے اور ۱۳۴۰ھ میں ان کی وفات پر "مفتی مالکیہ" کی ذمہ داری مکمل طور پر آپ کے سپرد ہوئی۔ شیخ محمد علی مالکی نے فتویٰ جاری کرنے میں کسی لومۃ لائم سے کام نہیں لیا اور کبھی کسی سفارش یا جاہ ومنصب کی پرواہ نہیں کی (۸۶)۔ آپ عثمانی عہد میں ہی محکمہ عدل کے اہم اداروں "مجلس التمیز" کے رکن اور "مجالس التعزیرات الرسمیہ" کے صدر رہے اور ھاشمی عہد میں محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر، پھر پارلیمنٹ کے نیز مجلس شوریٰ کے رکن بنائے گئے۔ ۱۳۴۰ھ میں آپ نے محکمہ تعلیم کے منصب سے استعفیٰ دے دیا جس پر آپ کی جگہ علامہ سید عباس مالکی حسنی رحمۃ اللہ علیہ تعینات کئے گئے۔ شیخ محمد علی مالکی سعودی عہد میں عدالتی نظام کی سپریم کونسل کے رکن رہے۔ (۸۷)

۱۳۴۳ھ میں آپ انڈونیشیا تشریف لے گئے اور وہاں اٹھارہ ماہ تک مقیم رہے ۱۳۴۵ھ میں آپ دوسری بار وہاں گئے اور چھ ماہ قیام فرمایا اور اسی سفر کے دوران ملائیشیا تشریف لے گئے۔ ان دنوں ملائیشیا میں سلطان سکندر شاہ بن سلطان ادریس شاہ کی بادشاہت تھی جو علماء ومشائخ کا قدرداں حکمران تھا۔ سلطان نے آپ سے ملاقات کی اور لطف واحسان سے پیش آیا۔ انہی ایام میں جمعیۃ الشبان المسلمین قاہرہ کی طرف سے شائع ہونے والے رسالہ میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے لئے انگریز

*(ناظم بہاء الدین ذکریا لائبریری، چکوال)

ہیٹ پہنے نیز غیر مسلم کے ساتھ مسلمان عورت کے نکاح کو جائز قرار دیا گیا۔ یہ موضوع ملائیشیا میں تشویش کا باعث بنا ہوا تھا چنانچہ سلطان کی درخواست پر شیخ محمد علی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں شرعی حکم بیان کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی جس میں مسلمانوں کو انگریزی ہیٹ کے استعمال سے باز رہنے کی تلقین کی اور غیر مسلم سے نکاح کی حرمت قرآنی آیات نیز احادیث مقدسہ سے ثابت کی اور اس موضوع سے متعلق ملحدین کے دعاوی و اعتراضات کا بھرپور رد کیا۔ انڈونیشیا و ملائیشیا میں قیام کے دوران آپ وہاں کے تمام اہم شہروں میں تشریف لے گئے اور ہر مقام پر پہلے سے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا گیا، وہاں پر موجود آپ کے تلامذہ نے آپ کے اعزاز میں محافل کا اہتمام کیا اور آپ کے مواعظِ حسنہ سے خلق کثیر فیض یاب ہوئی۔(۸۸)

دوسری صدی ہجری کے شیخ ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر حارثی الملقب سیبویہ علم نحو کے موجد و شارح تسلیم کئے جاتے ہیں۔ شیخ محمد علی مالکی نے امام النحاۃ سیبویہ کی کتاب ''کتاب الامام الکبیر سیبویہ'' شیخ محمد عابد مالکی سے پڑھی اور علم بلاغت کے امام علامہ ابی یعقوب یوسف بن ابی بکر سکا کی خوارزمی حنفی (۵۵۵ھ---۶۲۶ھ) کی کتاب ''مفتاح العلوم'' علامہ شیخ محمد عبد الحق الہ آبادی سے پڑھی اور پھر شیخ محمد علی مالکی نے ان علوم میں اہم مقام حاصل کیا۔ آپ مسجد الحرام میں درس دیا کرتے تھے، عمر عبد الجبار نے آپ سے سماعت کئے گئے دروس میں سے ایک کا خلاصہ اپنی کتاب میں درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ محمد علی مالکی علم لغت میں شہرت خاصہ رکھتے تھے اور ''سیبویہ العہد المعاصی'' و ''سیبویہ زمانہ وسکا کی آوانہ'' کے لقب سے مشہور تھے۔(۸۹)

حوالے وحواشی

(۷۷) علامہ محمد عبد الباقی لکھنوی مہاجر مدنی (۱۲۸۶ھ-۱۳۶۴ھ)، علامہ ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) کے شاگرد اور مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی (م ۱۳۱۳ھ) کے مرید تھے۔ ۱۳۲۱ھ میں علامہ محمد عبد الباقی بغداد حاضر ہوئے اور خانقاہ جیلانیہ کے سجادہ نشین ونقیب الاشراف مولانا سید عبد الرحمن قادری رحمۃ اللہ علیہ نیز مزار حضرت غوث اعظم کے کنجی بردار مرشد کامل مولانا سید مصطفیٰ قادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی۔ بعدازاں آپ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور عالم عرب وحرمین شریفین کے اکابر علماء ومشائخ سے مختلف علوم اسلامیہ اخذ کئے۔ آپ کے دیگر شاگردوں میں علامہ سید محمد عبد الحیٔ کتانی مراکشی، علامہ سید احمد صدیق غماری مراکشی (م ۱۳۸۰ھ)، شیخ عبد اللہ غماری (م ۱۴۱۳ھ)، شیخ عبد العزیز غماری (۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء)، علامہ سید علوی مالکی حسنی مکی، علامہ سید ابو بکر حبشی علوی مکی (م ۱۳۷۴ھ) اور شیخ محمد سعید دفتر دار حنفی مدنی وغیرہ مشہور علماء عرب کے نام اہم ہیں۔ علامہ محمد عبد الباقی لکھنوی نے مدینہ منورہ میں وفات پائی آپ نے تیس سے زائد کتب تصنیف کیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: الاسعاد بالاسناد، المناهل السلسله فی الاحادیث المسلسلة، نشر الغوالی فی الاحادیث العوالی، اظهار الحق فی بیعة مولانا انوار الحق، الحقیقه فی العقیقه، ازالة الخطاء عن حکم کتابة النساء، بدایة المیزان فی المنطق، موازین الصرف۔ آخر الذکر دونوں کتب ہندوستان سے اور بعض مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور مصر سے شائع ہوئیں۔(اعلام من ارض النبوۃ، سید انس یعقوب مدنی (پ ۱۳۹۳ھ)، مطبع دار البلاد جدہ، جلد اول، طبع اول ۱۴۱۴ھ/

۱۹۹۳ء، ص ۱۹۸-۲۰۳، الدلیل المشیر ص ۱۱۸-۱۴۷، علماء العرب فی شبہ القارۃ الھندیہ ص ۷۷۵)

(۷۸) علامہ سید محمد عبدالحی کتانی مراکشی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۰۳ھ-۱۳۸۲ھ) اپنے دور کے عظیم محدث، سلسلہ کتانیہ کے مشہور پیر طریقت، مؤرخ کبیر اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے عالم اسلام کے سینکڑوں علماء ومشائخ سے استفادہ کیا۔ ان میں فاضل بریلوی کے علاوہ علامہ یوسف اسمٰعیل نبہانی، مفتی دمشق شیخ محمد ابوالخیر عابدین (م ۱۳۴۳ھ)، مؤرخ مکہ شیخ احمد حضراوی شافعی (م ۱۳۲۷ھ)، شیخ الدلائل بالمدینہ منورہ علامہ سید محمد امین بن احمد رضوان، علامہ محمد سعید زمان سندھی، شیخ شرف الدین احمد آبادی، علامہ شاہ محمد عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، مولانا ہدایت اللہ ہندی وغیرہ اکابرین شامل ہیں (الدلیل المشیر ص ۱۴۸-۱۷۵)۔ علامہ سید عبدالحی کتانی کے شاگردوں میں امام جلیل شیخ محمد زاہد الکوثری، امام علامہ سید علوی مالکی حسنی مکی اور فقیہ العصر شیخ عبدالفتاح ابوغدہ حلبی (م ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) اہم نام ہیں۔ (التحریر الوجیز ص ۷، مجموع فتاویٰ ورسائل، امام سید علوی مالکی حسنی، جمع وترتیب: علامہ سید محمد بن علوی مالکی حسنی، طبع اول ص ۷، محدث الشام العلامہ السید بدرالدین الحسنی، جمع وترتیب شیخ محمد بن عبداللہ آل الرشید، دارالحنان دمشق، طبع اول ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء، حاشیہ ص ۹-۱۰)

(۷۹) شیخ الاسلام سید حسین بن محمد حسین حبشی علوی شافعی (م ۱۳۳۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سید احمد دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور سلسلہ عیدروسیہ کے مشہور پیر طریقت تھے۔ اپنے استاد علامہ دحلان کی وفات پر مکہ مکرمہ میں ان کی جگہ "مفتی شافعیہ" کے منصب پر تعینات ہوئے۔ علامہ سید حسین شافعی کے حالات اور اسناد ومرویات پر ان کے شاگرد شیخ عبداللہ غازی ہندی مہاجر مکی (م ۱۳۶۵ھ) نے کتاب "فتح القوی فی اسانید السید حسین الحبشی العلوی" لکھی علاوہ ازیں عرب علماء کرام کے حالات پر لکھی گئی متعدد کتب میں آپ کے حالات درج ہیں۔ (الدلیل المشیر ص ۹۲-۹۷، سیر وتراجم ص ۹۹، نشر النور ص ۱۷۷-۱۷۹) الدلیل المشیر کے مصنف آپ کے پوتے اور شاگرد ہیں۔

(۸۰) علامہ سید محمد سالم سری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۴ھ-۱۳۴۶ھ) مدفون تریم شہر علاقہ حضر موت جنوبی یمن کے والد گرامی اپنے دور کے اکابر اولیاء کرام میں سے تھے۔ علامہ سید محمد سالم نے قرآن مجید حفظ کیا، تجوید سیکھی نیز اپنے والد ماجد کے علاوہ حضر موت، حجاز مقدس اور عالم اسلام کے دیگر علماء سے تعلیم مکمل کی اور ولی کامل امام سید احمد بن حسن عطاس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۴ھ) سے خلافت پائی آپ کے دیگر اساتذہ میں علامہ سید ابوبکر شطا شافعی مکی، شیخ عبدالجلیل برادہ مدنی (۱۲۴۲ھ-۱۳۲۶ھ)، شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی، علامہ سید محمد علی ظاہر وتری مدنی (۱۲۶۱ھ-۱۳۲۲ھ)، مفتی حضر موت و صاحب الفتاویٰ شیخ عبدالرحمٰن بن محمد، صاحب عقد الیواقیت شیخ عیدروس بن حبشی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ اکابر علمائے عصر شامل ہیں۔ (الدلیل المشیر ص ۳۴۰-۳۴۴)

(۸۱) علامہ سید عمر بن محمد شطا شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۱ھ) عالم باعمل تھے آپ علامہ سید احمد دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اہم تلامذہ میں سے ہیں۔ علامہ سید عمر شطا نے طویل عرصہ مسجد حرم میں درس دیا۔ آپ کے حلقہ درس میں ہمیشہ طالبان علم کا جم غفیر حاضر رہتا۔ آپ حرم مکی میں جن کتب کا درس دیتے ان میں آپ کے استاد علامہ سید احمد دحلان کی تصنیفات شرح علی الاجرومیہ، شرح الکفراوی اور منھل العطشان علی فتح الرحمٰن بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ علامہ سید عمر شطا نے آخر میں عمر میں تدریس کا سلسلہ ترک کردیا اور خانہ نشین ہوگئے اور نماز جمعہ کی ادائیگی کے علاوہ گھر سے باہر نہ نکلتے۔ آپ نے اسی سال سے زائد عمر پائی اور جنت المعلی میں آخری آرام گاہ بنی۔ (نشر النور ص ۳۷۷-۳۷۸)

(۸۲) علامہ سید ابوالحسن علی بن ظاہر وتری مدنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۲۶۱ھ/۱۳۲۲ھ) مدینہ منورہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ آپ عرب دنیا میں رائج تصوف کے سداسل خلوتیہ، ناصریہ، شاذلیہ، بقالیہ، مختاریہ وغیرہ میں اکابر مشائخ مجاز تھے۔ آپ کے اساتذہ میں علامہ سید احمد دحلان، شیخ عبدالغنی دہلوی، شیخ صدیق کمال حنفی مکی (م ۱۲۸۴ھ)، شیخ احمد دھان حنفی مکی (م ۱۲۹۴ھ)، شیخ حبیب الرحمٰن کاظمی ردولوی مہاجر مدنی (۱۲۵۰ھ/۱۳۲۲ھ)، علامہ سید جعفر بن ادریس کتانی مراکشی (م ۱۳۲۳ھ) وغیرہ شامل ہیں۔ علامہ سید علی وتری کی تصنیفات میں "تحفۃ المدنیۃ فی المسلسلات الوتریۃ" اہم ہے (الدلیل المشیر ص ۴۲۳-۴۲۵)

(۸۳) علامہ سید احمد اسماعیل برزنجی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۵۹ھ/۱۳۳۵ھ) مسجد نبوی کے خطیب اور مدینہ منورہ میں شوافع کے مفتی تھے۔ نظم ونثر میں آپ کی دس سے زائد تصنیفات ہیں، "فتکۃ البراض بالترکزی المعترض علی القاضی عیاض" ان میں سے ایک ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران جنگ کی تباہ کاریوں کے باعث اہل مدینہ کا معتدبہ حصہ ہجرت کر گیا اس دوران علامہ سید احمد برنجی نے دمشق کو نیا مستقر بنایا اور وہیں وفات پائی۔ (اعلام من ارض النبوۃ، ج ۱ ص ۱۰۹-۱۱۰، تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر الھجری، محمد مطیع الحافظ ونزار اباظہ، دار الفکر دمشق، جلد اول طبع اول ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ص ۳۴۴)

فاضل بریلوی کی کتاب "حسام الحرمین" پر علامہ برزنجی کی وقیع تقریظ موجود ہے۔ ۱۳۲۹ھ میں علامہ برزنجی نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے بعض افکار کی تردید میں ایک کتاب "كمال التشقيف والتقويم لعوج الافهام عما يجب لكلام الله القديم" لکھی۔

(۸۴) شیخ سید فالح ظاہری مالکی مدنی (۱۲۵۸ھ/۱۳۲۸ھ) اپنے دور کے محدث جلیل اور شیخ العصر تھے۔ آپ نے مسجد نبوی میں تعلیم پائی۔ پھر جامعہ الازہر مصر کے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپ کے اساتذہ میں شاہ عبدالغنی دہلوی، علامہ سید عبدالرحمٰن بن سلیمان الاہدل یمنی، مسند دمیاط شیخ شمس محمد شریف دمیاطی اہم ہیں۔ علاوہ ازیں امام الکبیر سید محمد سنوسی مراکشی نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ ۱۳۰۹ھ خلیفہ سلطان عبدالحمید کے دور میں علامہ سید فالح ظاہ دارالخلافہ استنبول تشریف لے گئے اور شاہی محل میں د حدیث دینے پر مامور ہوئے۔ لیکن چند ہی سال میں آپ ملوک وامراء کے درمیان موجودگی سے گھٹن محسوس کرنے لگے۔ چنانچ شیخ الاسلام کے توسط سے خلیفہ عثمانی نے آپ کو مسجد نبوی میں درس حدیث کے لئے مقرر کر دیا اور ۱۳۱۴ھ میں شیخ سید فا ظاہری استنبول سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ آپ عالی اسنا کے مالک تھے اور مسند مدینہ کہلائے۔ مسجد نبوی میں آپ کے حلقہ اسناد کے مالک تھے اور مسند مدینہ کہلائے۔ مسجد نبوی میں آپ کے حلقہ درس میں ہر عمر کے طلباء کی کثیر تعداد موجود رہتی۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد آٹھ سے زائد ہے، ان میں آپ کی اسناد ومرویات پر "حسن الوفا لاخوان الصفا" کے علاوہ تعلیقات علی المنھل العذب فی تاریخ طرابلس الغرب، منظومۃ فی مصطلح الحدیث اور آپ کا شعری مجموعہ وغیرہ شامل ہیں۔ (اعلام من ارض النبوۃ، سید انس یعقوب کتبی، جلد دوم، طبع اول، مطبع دار البلاد جدہ ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء، ص ۱۶۵-۱۷۰، الدلیل المشیر ص ۴۲۵-۴۲۷)

(۸۵) رجال من مکۃ المکرمۃ، سید زہیر محمد جمیل کتبی مکی (پ ۱۳۷۵ھ) جلد سوم، مطبع دار الفنون للطباعۃ والنشر والتغلیف جدہ طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، ص ۴۸۔

(۸۶) سیر وتراجم ص ۲۶۱، المسلک الجلی ص ۵۸۔

(۸۷) سیر وتراجم ص ۲۶۱، الدلیل المشیر ص ۲۷۴، المسلک الجلی ص ۵۸

(۸۸) سیر وتراجم ص ۲۶۲، الدلیل المشیر ص ۲۷۴۔

(۸۹) سیر وتراجم ص ۲۶۱، المسلک الجلی ص ۳۶، ۳۸، ۵۸۔

❖❖❖

(انیسویں قسط)

سفر نامۂ قاھرہ

تحریر: سید وجاہت رسول قادری

ہفتہ ۱۸ رستمبر صبح ۱۱ ربجے قاھرہ یونیورسٹی دیکھنے کا پروگرام تھا لیکن محترم شیخ حازم صاحب کی ناسازیٔ طبع کی وجہ سے یہ پروگرام ملتوی کرنا پڑا۔ پھر راقم مولانا ممتاز احمد سدیدی الازھری صاحب کے ہمراہ ''قریۃ البھائع'' (Air Carge) آفس ایرپورٹ گیا تاکہ وہاں سے کراچی سے فرستادہ کتابوں کا کارگو واگزار کروایا جاسکے۔ لیکن وہاں جاکر پتہ چلا کہ متعلقہ افسر سیٹ پر موجود نہیں ہے کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ہم لوگ ناکام واپس آگئے۔ واپسی پر ہمیں محترم دکتور عبدالجواد حفظہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ظہرانے پر جانا تھا۔ دکتو عبدالجواد صاحب علماء اہل سنت پاکستان کے لئے غیر معروف شخصیت نہیں۔ آپ نے تقریباً تیس (۳۰) سال کراچی میں علوم اسلامیہ کی تدریس کی ہے۔ شروع شروع کئی سال دارالعلوم امجدیہ سے وابستہ رہے۔ بعد میں انہوں نے گلشن اقبال کراچی میں اپنا ایک دارالعلوم کھول لیا تھا جن مین مقامی طلبا کے علاوہ کثرت سے ملائیشیا کے طلباء مقیم تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کے ٹرسٹ میں جماعت اسلامی اور دیوبندی نظریات کے کچھ ایسے افراد اہلسنت کا لبادہ اوڑکر داخل ہوگئے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ دکتور صاحب کے دارالعلوم پر قبضہ کرلیا بلکہ دکتور صاحب کے ساتھ نہایت بے وفائی کرتے ہوئے ان کو ملک بدری پر مجبور کردیا۔

بہر حال وہ اب قاھرہ میں تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کا مکمل پتہ درج ذیل ہے:

الدکتور عبدالجواد المحترم، دارالبیان للنشر، عمارات دبات الجبل الاخضر عمارۃ رقم
7، خلفِ مبنی وزارۃ المالیۃ، فون مکتب: ۴۸۲۲۴۸۷ منزل ۲۶۱۳۸۹۸

ہم لوگ ایئرپورٹ سے تاخیر سے ہوٹل پہنچے اس عرصہ میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، محقق تراث الاسلامی علامہ جیرۃ اللہ صاحب کے ہمراہ دکتو عبدالجواد صاحب کے یہاں تشریف لے جاچکے تھے۔ مولانا ممتاز احمد سدیدی الازھری صاحب نے نہ ہی ان کا گھر دیکھا تھا نہ دار الاشاعت کا دفتر اس لئے ہم لوگ محمد زکریا بابر صاحب (استاد پاکستان انٹرنیشنل اسکول، قاھرہ) کے فلیٹ پہنچے جہاں ہمیں بعد میں محفل نعت میں شرکت کرنی تھی۔ اس کا اہتمام جناب بابر صاحب اور مولانا حافظ منیر صاحب (طالب علم جامعہ ازھر شریف) نے مشترکہ طور پر کیا تھا۔ ہمیں خاص طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ بعد نماز مغرب فاتحہ اور لنگر کا بھی انتظام تھا۔ محفل نعت کے اسٹیج سکریٹری کے فرائض پاکستانی زائر پروفیسر جناب ڈاکٹر نجیب الدین جمال صاحب نے انجام دیئے۔ جناب ڈاکٹر نجیب صاحب کا تعلق بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ اردو سے ہے گذشتہ ۳ رسال سے بحیثیت زائر پروفیسر جامعہ ازھر، جامعہ عین شمس، قاھرہ یونیورسٹی اور اسکندریہ یونیورسٹی میں اردو کی تدریس میں مشغول ہیں شعر و ادب کا بہت ستھرا ذوق رکھتے ہیں۔ نعتیہ ادب کا بڑا گہرا مطالعہ ہے اور اس کے سننے سنانے سے بڑا شغف رکھتے ہیں۔ امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے کئی مقالات تحریر کرچکے ہیں جو معارف رضا اور دیگر پاکستانی رسائل میں شائع ہوچکے ہیں۔ ان کے علاوہ اس محفل مبارکہ میں جامعہ ازھر کے اردو ڈپارٹمنٹ (خواتین) سیکشن کے انچارج محترم دکتور ابراہیم محمد ابراہیم صاحب (رئیس اللغات الاردیۃ، کلیات الدراسات الانسانیہ للبنات، جامعہ الازھر الشریف، قاھرہ) بھی موجود تھے۔ آپ نے پاکستان میں سات سال قیام فرما کر اردو کی تعلیم اور ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی اردو نہایت روانی سے اور فصیح و بلیغ لہجے میں بولتے ہیں۔ صاحب تصنیف ہیں اور اردو میں بھی متعدد کتب کے مصنف ہیں۔ دورانِ قیام پاکستان حلقۂ مودودی جماعت میں گھرے ہونے کے سبب پاکستان کے اہل سنت علماء سے متعلق ان کی معلومات نہ ہونے کے برابر تھیں یا اگر تھیں تو برانداز غلط تھیں لیکن اب سنی پاکستانی طلبا اور پھر ہم سے رابطے کے بعد ان پر حقائق منکشف ہوئے ہیں۔ وہ شروع سے آخر تک محفل نعت میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ شریک رہے اور صلوٰۃ وسلام میں ذوق و شوق کے ساتھ بحالت قیام شریک

علاوہ ازیں امام الکبیر سید محمد بن
خلافت عطا فرمایا۔ ۱۳۰۹ھ عثمانی
دور میں علامہ سید فالح ظاہری
گئے اور شاہی محل میں درس
لیکن چند ہی سال میں آپ ملوک
گھٹن محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ
ثانی نے آپ کو مسجد نبوی میں
اور ۱۳۱۴ھ میں شیخ سید فالح
حاضر ہوئے۔ آپ عالی اسناد
ئے۔ مسجد نبوی میں آپ کے
مدینہ کہلائے۔ مسجد نبوی میں
باء کی کثیر تعداد موجود رہتی۔
زائد ہے، ان میں آپ کی
الصفا'' کے علاوہ تعلیقات
الغرب، منظومۃ فی مصطلح
رہ شامل ہیں۔ (اعلام من
، جلد دوم، طبع اول، مطبع
۱۶۵-۱۷۰، الدلیل المشیر

لکھی گئی (پ ۱۳۷۵ھ)
والتغلیف جدہ طبع اول

۵۔
۱، المسلک الجلی ص ۵۸
۲۔
۵۸، ۳۸،

ہوئے۔ طلباء پر بہت شفیق ہیں، پاکستانی طلباء بھی ان کی شفقتوں کے مداح ہیں۔

نعت خوانی کے اختتام پر اس فقیر کو کچھ بیان کرنے کا حکم ہوا۔ احقر نے سعادت و برکت کے حصول کے لئے سید عالم ﷺ کی مدحت سرائی اور فضائل درود وسلام کے حوالے سے مختصر بیان کیا جس کو حاضرین نے بہت سراہا۔ بعد صلوٰۃ وسلام و فاتحہ اور دعا، لنگر کھایا گیا۔ پاکستانی کھانوں کی مختلف انواع موجود تھیں، کھانے نہایت لذیز تھے۔ رات جب ہم دونو فندق مالکی واپس آئے تو علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے ہمیں بتایا کہ ڈکتور عبدالجواد صاحب کے یہاں کافی تاخیر ہو چکی تھی اس کے بعد مزید تاخیر محترم محمو جیرۃ اللہ صاحب کی مہمان نوازی کی وجہ سے ہوئی اس لئے وہ جناب بابر صاحب کے یہاں نعت کی محفل میں شرکت نہ کر سکے جس کا ان کو افسوس ہے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ دکتو عبدالجواد صاحب کے یہاں قاہرہ کے فاضل علماء و اساتذہ سے ملاقات رہی۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ الشیخ محمد محمود ہاشم

۲۔ الشیخ ابراہیم ہاشم

۳۔ الاستاذ محمود مہدی، نائب رئیس ''الاھرام''

۴۔ الاستاذ فتحی منصور (جنرال) شرطہ

۵۔ الاستاذ دکتور محمود شیخون عمید الکلیۃ

دراسات الاسلامیہ والعربیہ جامعۃ الازھر الشریف

۶۔ الاستاذ الدکتور علی جمعہ

۷۔ الاستاذ الدکتور سعد جاریش

۸۔ الاستاذ الدکتور عبدالمہدی

کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الازھر الشریف

علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، دکتور عبدالجواد صاحب کے دارالاشاعت سے ۲۲ ستمبر کو ہونے والی تقریب گولڈ مڈل (امام احمد رضا) ایوارڈ (حفل التسلیم المدلیات الذھبیہ) کے دعوت نامہ بھی چھپوا کر لائے۔ رات تقریباً گیارہ بجے احمد حسین اجمیری صاحب (پروگرام اناؤنسر ریڈیو قاہرہ اردو سروس) تشریف لائے اور فقیر کا انٹرویو ریکارڈ کیا جو ریڈیو قاہرہ کی اردو سروس سے غالباً منگل یا بدھ کو ۱۶ میٹر بینڈ ۹۰ء۱۷ کلو ھیڈز رات ۹ تا ۱۱ بجے کے پروگرام پر نشر ہوا۔

رات مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب کو رخصت ہونے سے قبل ہم نے یہ پروگرام بنایا کہ اب چونکہ گولڈ مڈل ایوارڈ کی تقریب میں ۳ روز رہ گئے ہیں لہٰذا ہم کل ہر قیمت ایئر پورٹ کارگو سے اپنی فرستادہ کتب واگذار کروا کر لے آئیں تاکہ جو کتب ہمیں جامعات کی مختلف لائبریریوں میں عطیہ کرنی ہیں وہ ''حفلۃ التسلیم'' کی تقریب سے قبل ہی ہم تقسیم کرلیں ورنہ ۲۳ ستمبر کو ہماری واپسی ہے تو یہ کام رہ جائے گا اور ہمارے بعد اس کی انجام دہی مشکل ہی سے ہو سکے گی پھر کون یہ ذمہ داری لے گا۔؟

لہٰذا حسب پروگرام صبح ۹ بجے مولانا سدیدی الازھری ہوٹل تشریف لے آئے اور راقم ان کے ساتھ ۱۰ بجے کے قریب ایئر پورٹ نکل گیا۔ مولانا سدیدی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انہوں نے محنت کر کے متعلقہ عملہ کا پتہ چلالیا اور ان کو تمام صورت حال بتائی کہ یہ تمام کارگو راقم کے ساتھ کویت ایئر ویز سے اسی دن قاہرہ اترا جس دن راقم مصر ایئر لائنز سے قاہرہ پہنچا، ان کو راقم کا پاسپورٹ اور کویت ایئر ویز کے متعلقہ کاغذات دکھائے، اس نے حیرت کا اظہار کیا کہ سامان تو کب کا آیا ہوا رکھا ہے اس کے چھوڑوانے میں کوئی مشکل نہیں، صرف آپ متعلقہ کاؤنٹر پر کاغذات پیش کر کے ضابطے کی کاروائی اور چارجز ادا کریں کتابیں ضروری کاروائی کے بعد آپ کو دیدی جائیں گی۔ اگر چہ عملے کے انگریزی نہ جاننے اور راقم کے عربی وہ بھی مصری لب و لہجہ میں ان کی گفتگو نہ سمجھنے کی وجہ سے کچھ دقتیں ہوئیں دوسرے یہ کہ یہ بھی پتہ نہیں چلتا تھا کے کیے بعد دیگرے اب کسی کاؤنٹر پر جانا ہوگا، تیسری اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ مولانا سیدی کو ایئر پورٹ کے اندران کاؤنٹر پر فقیر کے ساتھ نہیں جانے دیا گیا۔ ورنہ وہ مصری لب ولہجہ میں گفتگو کر کے جلد یہ کام نپٹوا لیتے۔ اس لئے بھی کارگو کی واگذاری میں خاصی تاخیر ہوئی۔ آخر میں کتاب کی حوالگی سے قبل ڈمیرج کی فیس بھی لی گئی بعدۂ ایک افسر نے باقاعدہ کتب کا سنسر کیا۔ جب راقم نے انہیں سمجھایا کہ ہم جامعہ ازھر میں یہاں ایک تقریب میں آئے ہیں اور یہ کہ یہ ساری کتب جامعہ کی مختلف لائبریریوں کو عطیہ کے لئے ہیں تو انہوں نے چند نسخہ نمونتاً رکھ کر باقی سب کتب ہمیں بکھری ہوئی واپس کیں۔ ہم نے پورٹر کی مدد سے تمام کتب کو دوبارہ ۲-۳ کارٹون میں بھرا اور انہیں لیکر ہم ہوٹل واپس آ گیا۔ ان تمام کتب پر اگر چہ ہمیں کارگو چارجز اور مقامی ٹیکس سمیت خطیر رقم صرف کرنی پڑی اور اس کی واگذاری میں کافی پریشانی بھی اٹھانی پڑی لیکن یہ خوشی تھی کہ یہ تمام کتب جن

...مد کے لئے لائی گئیں تھیں وہ
...ہوٹل واپس آ کر تمام کتب ...
...قادری صاحب موجود نہیں تھے۔
...قریب کے ریسٹورانٹ میں ان کو
...جگہ بیٹھے ہوں۔ اسی دوران ایک
...سالم میاں بدایونی صاحب سے
...صاحبزادے جناب اسیدالحق
...کے ہندوستانی طلباء کے ساتھ
...دونوں کو بھی شرکت کی دعوت
...کہ بغداد شریف سے واپسی
...ہی ہوٹل فندق مالکی کی چھٹی
...انہوں نے یہ بھی اطلاع دی
...نے اپنے صاحبزادے عاصم
...لے لیا ہے اور ایک دو دن ...
...نوش کر ہی رہے تھے کہ ہم۔
...قادری صاحب بھی مولانا
...آ رہے ہیں، مولانا ممتاز سد...
...چائے نوشی میں ہمارے سا...
...میں ہم لوگوں کا انتظار کر...
...دیکھنے چلے گئے تھے وہاں
...یہاں سے فارغ ہو کر ہم
...مولانا ممتاز احمد سدیدی
...پاکستانی سفارہ کے محمد ظفر
...کہ ہمیں گولڈ مڈل ایوار...
...''الکتاب التذکراری''...
...فوری طور پر مبلغ ایک...
...ازراہ عنایت اس کا...
...سطوت رسول قادری...
...جناب ظفر الحق صاحب
...اوران سے رسید لیکر ہم...

مقاصد کے لئے لائی گئیں تھیں وہ حاصل ہوگئے اور یہ بہت اہم بات تھی۔ ہم نے ہوٹل واپس آ کر تمام کتب کے کارٹن رکھے۔ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب موجود نہیں تھے۔ ہم ان کی تلاش میں ہوٹل سے باہر نکلے کہ قریب کے ریسٹورانٹ میں ان کو تلاش کریں شاید وطعام وشرب کے لئے کسی جگہ بیٹھے ہوں۔ اسی دوران ایک ریسٹورانٹ میں ہماری ملاقات حضرت مولانا سالم میاں بدایونی صاحب سے ہوگئی وہ ایک قریب کے ریسٹورانٹ میں اپنے صاحبزادے جناب اسیدالحق (عاصم میاں) سلمہ الباری اور کچھ جامعہ ازہر کے ہندوستانی طلباء کے ساتھ بیٹھے خورد ونوش میں مشغول تھے۔ انہوں نے ہم دونوں کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ ہمارے دریافت کرنے پر انہوں نے فرمایا کہ بغداد شریف سے واپسی پر پہلے والے ہوٹل میں جگہ نہ مل سکی تو اب ہمارے ہی ہوٹل فندق مالکی کی چھٹی منزل کے ایک کمرے میں منتقل ہو گئے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ جامعہ ازھر کی تعلیم اور قیام قاھرہ کے لئے انہوں نے اپنے صاحبزادے عاصم میاں سلمہٗ کے لئے ایک علیحدہ فلیٹ کرائے پر لے لیا ہے اور ایک دو دن میں اس فلیٹ میں منتقل ہو جائیں گے۔ ہم چائے نوش کر ہی رہے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب بھی مولانا قاری فیاض الحسن جمیل صاحب کے ساتھ چلے آرہے ہیں، مولانا ممتاز سدیدی صاحب نے فوراً ان کو جالیا اور پھر وہ لوگ بھی چائے نوشی میں ہمارے ساتھ شریک ہو گئے۔ حضرت علامہ نے بتایا کہ وہ ہوٹل میں ہم لوگوں کا انتظار کر کے قاری فیاض الحسن صاحب کے ساتھ اھرام مصر دیکھنے چلے گئے تھے وہاں ان کی طبیعت خراب ہوئی تو فوراً واپس لوٹ آئے۔

یہاں سے فارغ ہوکر ہم چاروں راقم، علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب، مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب اور مولانا قاری فیاض الحسن جمیل صاحب، پاکستانی سفارہ کے محمد ظفر الحق صاحب کے پاس گئے۔ ان سے ہم نے ذکر کیا کہ ہمیں گولڈ مڈل ایوارڈ کی تقریب اور اس موقع پر شائع ہونے والے مجلّہ ''الکتاب التذکراری'' کے اخراجات کیلئے کچھ رقم کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ ہمیں فوری طور پر مبلغ ایک ہزار ڈالر (1000$) کی ضرورت ہے۔ انہوں نے ازراہ عنایت اس کا انتظام کردیا راقم نے اسی وقت اپنے صاحبزادے محمد سطوت رسول قادری سلمہٗ الباری کو کراچی انٹرنیٹ پر اطلاع کردی کہ یہ رقم جناب ظفر الحق صاحب کے برادر اکبر جناب جمیل احمد خاں صاحب کو پہنچادو اور ان سے رسید لیکر ہمیں ظفر الحق صاحب کے فیکس پر اطلاع دیدو۔

یہاں سے فارغ ہوکر ہم لوگ مدینۃ النصر، شارع افریقہ، حی ثامن میں واقع جامعہ ازھر کے ہندوستانی طلباء کے ایک پرائیویٹ ہوسٹل گئے یہ ایک فلیٹ کی چھٹی منزل پر واقعہ تھا۔ طلباء نے ہم لوگوں کو عشائیہ پر مدعو کیا ہوا تھا۔ تقریباً ۶ر طلباء نے یہ فلیٹ کرائے پر لے رکھا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس میں لفٹ بھی نہیں تھی۔ سیڑھیوں سے چڑھنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا راقم کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی، آرام آرام سے ستاتا ہوا اوپر تک پہنچ گیا وہاں حضرت مولانا سالم میاں بدایونی مدظلہ اور ان کے صاحبزادے عاصم میاں صاحب پہلے سے موجود تھے۔ ان حضرات گرامی کے علاوہ درج ذیل ہندوستانی طلباء بھی موجود تھے۔

۱- مولانا محمد جلال رضا

۲- مولانا آفتاب عالم

۳- مولانا محمد عرفان

۴- مولانا تاج محمد

۵- مولانا محمد نعمان اعظمی

۶- مولانا گل محمد، حفظہم اللہ تعالیٰ

غالباً یہ تمام حضرات اس فلیٹ میں ایک ساتھ رہتے ہیں ان لوگوں نے پر تکلف دعوت کا اہتمام کیا تھا۔ نعت خوانی کی ایک مختصر محفل بھی منعقد ہوئی۔ مولانا محمد جلال رضا صاحب کو عربی زبان وادب پر خاصی طلاقت وعبور حاصل ہے اور ماشاء اللہ ایک قادر الکلام عربی شاعر بھی ہیں، اللّٰھم زد فزد۔

انہوں نے اپنی تصنیف کردہ ایک عربی نعت سنانے کی سعادت حاصل کی، سبحان اللہ بہت خوب تھی، قاھرہ میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کے وفد کی آمد پر ایک تہنیتی نظم بھی عربی میں پیش کی۔ رات گئے یہاں سے ہم لوگ حضرت مولانا سالم میاں بدایونی صاحب کے ساتھ فندق مالکی واپس آ گئے۔

پیر ۲۰ر ستمبر (۱۹۹۹ء) کی صبح حضرت مولانا سالم میاں مدظلہ العالی ہمارے کمرے میں تشریف لائے۔ ان کی خدمت میں کچھ کتابیں پیش کی گئیں۔ جن کو ملاحظہ فرما کر انہوں نے ہماری کاوشوں کو سراہا اور ادارے کی خدمات کی تحسین کی۔ تقریباً ۱۲ربجے کے قریب محترم حازم المحفوظ تشریف لائے ان کے ساتھ جامعہ عین شمس جانے کا پروگرام تھا۔ ان کے ساتھ ہم سب یہ فقیر، علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب اور مولانا حافظ محمد منیر صاحب،

جامعہ عین شمس میں عمید کلیۃ اللغات الامم الاسلامیہ، علامہ دکتور محمد سعید جمال الدین زید مجدہ کے پاس دوسری بار حاضر ہوئے اور جو کتابیں ایرکارگو سے حاصل کی تھیں ان میں سے تقریباً ایک تہائی کتب ان کی کلیہ کی لائبریری کو دینے کا فیصلہ کیا۔ تقریباً ۵۰ر سے زیادہ کتب جن میں زیادہ تر عربی تھیں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کی جانب سے ان کو پیش کی گئیں اس کے علاوہ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے شائع شدہ ایک تا گیارہ جلدوں پر مبنی فتاویٰ رضویہ کا سیٹ بھی ان کو پیش کیا گیا۔ دکتور سعید جمال الدین صاحب نے ہمیں خوش آمدید کہا اور تقریباً پونے دو گھنٹے ہمارے ساتھ امام احمد رضا کی شخصیت ان کی تصانیف، اور ان کی حیات و کارنامے پر پی. ایچ. ڈی اور ام فل کرانے کے معاملات پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔ وہ ہمارے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آئے اور دوران ملاقات ہماری دو بار، پہلے چائے پھر مشروب سے ضیافت کی اور کتب کا عطیہ پا کر بہت خوش ہوئے امام احمد رضا کی تصانیف کو آنکھوں سے لگایا اور فرمانے لگے ''نحن مقصرون فی خدمتکم'' ہم آپ کی اس مہربانی پر عجز و انکساری کا اظہار کرتے ہیں اور مزید فرمایا ''ونجد لھندہ الکتب مکاناً'' ہم آپ کی ان کتب کیلئے ایک علیحدہ گوشہ اپنی لائبریری میں قائم کریں گے۔ رخصت کے وقت جناب دکتور سعید جمال الدین صاحب عجز و انکساری کا پیکر بن کر سیڑھیوں تک ہمیں چھوڑنے آئے اور ہماری بڑی منت سماجت کے بعد وہ واپس تشریف لے گئے ورنہ وہ ہم لوگوں کو رخصت کرنے کے لئے دروازے تک آنے پر مصر تھے۔

جامعہ عین شمس سے واپسی پر گیٹ پر سیکورٹی گارڈ سے ہم لوگوں نے اپنے اپنے پاسپورٹ اور شیخ حازم صاحب وغیرہم نے اپنے اپنے شناختی کارڈ واپس لئے۔ یہاں قاھرہ میں جامعات میں غیر متعلقہ افراد کے آنے جانے پر بڑی سختی ہے۔ دروازوں پر سیکورٹی گارڈز متعین ہیں جو ہر آنے جانے والے خصوصاً غیر طلباء، اساتذہ اور اسٹاف اور غیر ملکی زائرین کی سخت شناخت اور مقصد ملاقات کی تصدیق کے بعد پاسپورٹ یا شناختی کارڈ رکھوا کر اندر داخل ہونے کی اجازت دیتے ہیں ہم جب باہر نکلے تو تقریباً دن کے پونے دو بج رہے تھے ہم نے فوراً ٹیکسی کی اور دریائے نیل کے کنارے واقع قاھرہ کی سب سے بڑی پبلک لائبریری دارالکتب المصریہ پہنچے۔ یہ لائبریری سات (۷) منزلہ عمارت میں واقع ہے۔ ہر منزل پر ایک الگ شعبہ ہے۔ یہاں کی چیف لائبریری اور ایڈمنسٹریٹر (وکیل وزارۃ الثقافہ) ایک ادھیڑ عمر خاتون محترمہ لیلیٰ ابراہیم حمیدہ ہیں وہ ایک انتہائی پڑھی لکھی اور ماڈرن خاتون ہیں۔ ہمارے انتظار میں تھیں، انہوں نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور مصر جدید روایات کے مطابق مصافحہ کے لئے فقیر کی طرف ہاتھ بڑھایا (یہاں ہم نے یہ بات نوٹ کی کے سرکاری دفاتر اور جامعات میں خواتین کی بہتات اور ہر آنے والے کے استقبال کے وقت مرد و زن ہر ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں ایک طرح سے یہاں کی روایت میں یہ بات شامل ہو چکی ہے اور اگر کوئی مرد یا عورت ہاتھ نہ ملاتو اسے بد اخلاقی پر محمول کیا جاتا ہے) بہر حال فقیر نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ فقیر کے ساتھ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کھڑے تھے انہوں نے معاملہ کو بھانپ لیا خانم کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ کر نہایت حکمت سے میری طرف سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا ''**نحن من باکستان و الثقافة الباکستانیه انالا نصافح السیدات، لانمس القرآن الکریم بغیر طھارت ولانمس السیدات تکریماً لھن بغیر نکاح لاشئی من الاھانة** '' یعنی ہم پاکستانی ہیں اور ہماری ثقافت میں ہے ہم خواتین سے مصافحہ نہیں کرتے ہیں، ہم قرآن کریم کو بغیر طہارت نہیں چھوتے اور خواتین کو نکاح کے بغیر ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس کا آپ خیال نہ فرمائیں اس پر خانم معاملہ کو سمجھ گئیں اور خوش ہو گئیں پھر انہوں نے ایک باپردہ خاتون کو بطور گائیڈ ہمارے ساتھ کر دیا۔ ہم نے ادارہ کی کچھ کتب اور دیگر سنی اداروں کی کچھ مطبوعات انکی لائبریری کیلئے عطیہ کیں جو انہوں نے بخوشی قبول کر لیں اور ہمیں بتایا کہ انکی لائبریری کا اصول یہ ہے کہ ان کو ہر کتاب کے دس دس نسخے بھیجے جائیں، ہر ماہ عطیہ شدہ کتب کی ایک فہرست ایک مجلّہ کی صورت میں شائع ہوتی ہے جس میں کتاب، اس کے مصنف اور ناشر کے کوائف کی تفصیل کے علاوہ عطیہ دینے والے ادارے کا مکمل پتہ بھی درج ہوتا ہے اور مجلّہ اس فرد یا ادارے کے پتہ پر بھیجا جاتا ہے جو دس دس نسخے جمع کراتا ہے۔ ہم نے خانم سے معذرت کی کہ ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا آئندہ ہم جو کتاب آپ کو عطیہ کریں گے تو اس میں اس بات کا خیال رکھیں گے۔

ہماری گائیڈ خاتون ہمیں دیکھے بعد دیگرے ساتوں منزلوں پر لے گئیں اور نہایت خوش اخلاقی سے ہر شعبہ کی تفصیل بتاتی رہیں ایک منزلہ پر کتب کی مائیکرو فلمیں رکھی تھیں گائیڈ نے بتایا کہ وکیل الثقافہ یعنی انچارج خانم

کی اجازت سے اس میں جو
سکتی ہیں۔ بعض منزلوں پ
شخصیات کے نجی کتب خانو
ساری کتب) محفوظ کی گئیں
ورثاء نے ان کے انتقال
گوشے میں ان شخصیات
مختصر کوائف بھی استادہ ا
یہاں س
زکریا بابر صاحب س
سفارتخانے کے اسکول
مذہب اور وطن سے ب
مضمون نگار بھی ہیں۔
انہوں نے ان پاکستا
قاھرہ مصر سے حج و عم
زائرین کی ضروریات
معلومات کے علاوہ قا
نقل و حمل (بری، ب
اور کسٹم وغیرہ کے قو
معاملات کے متعلق
مفید اور معلومات افز
اور ہندوستانی نژاد و ز
واپسی کیلئے لکھا ہے
ہمیں پر تکلف ناشت
محترم شیخ حازم صا
کتب اپنے گھر
کے ساتھ کر دیا کیو
کا فلیٹ چوتھی منز
سوچا کے دو آدم
حازم صاحب
کش کی کہ ان کی

انتہائی پڑھی لکھی اور ماڈرن خاتون ہیں۔
ہوں نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا اور مصـ
فحہ کے لئے فقیر کی طرف ہاتھ بڑھایا (یہاں
دفاتر اور جامعات میں خواتین کی بہتات
کے وقت مرد وزن ہر ایک دوسرے سے ہاتھ
روایت میں یہ بات شامل ہو چکی ہے اور
سے بداخلاقی پر محمول کیا جاتا ہے) بہر حال
ساتھ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری
کو بھانپ لیا خانم کے چہرے پر ناگواری
ری طرف سے معذرت کرتے ہوئے
فة الباكستانيه انا لا نصافح
كريم بغير طهارت ولا نمس
ح لاشئی من الاهانة '' یعنی ہم
واتین سے مصافحہ نہیں کرتے ہیں،
ور خواتین کو نکاح کے بغیر ہاتھ نہیں
پر خانم معاملہ کو سمجھ گئیں اور خوش
لور گائیڈ ہمارے ساتھ کر دیا۔ ہم
کچھ مطبوعات انکی لائبریری کیلئے
ہمیں بتایا کہ انکی لائبریری کا
بھیجے جائیں، ہر ماہ عطیہ شدہ
ئع ہوتی ہے، جس میں کتاب،
کے علاوہ عطیہ دینے والے
دیا ادارے کے پتہ پر بھیجا
م سے معذرت کی کہ ہمیں
کریں گے تو اس میں اس

ے ساتوں منزلوں پر
اتی رہیں ایک منزلہ پر
نافہ یعنی انچارج خانم

ی اجازت سے اس میں جو کتب آپ حضرات پسند فرمائیں اس کی فلمیں مل سکتی ہیں۔ بعض منزلوں پر قاہرہ اور مصر کے دیگر شہروں کی عظیم مرحوم علمی شخصیات کے نجی کتب خانوں کی عطیہ شدہ کتب (یعنی ان کی نجی لائبریری کی ساری کتب) محفوظ کی گئیں تھیں جو انہوں نے یا تو اپنی زندگی میں یا ان کے ورثاء نے ان کے انتقال کے بعد دارالکتب کو عطیہ کر دی تھیں۔ ساتھ میں ایک گوشے میں ان شخصیات کے مجسمے یا تصاویر اور ان کی حیات اور کارناموں کے مختصر کوائف بھی استادہ اور آویزاں تھے۔

یہاں سے واپسی پر ہم مولانا حافظ منیر صاحب کے ساتھ محترم زکریا بابر صاحب کے فلیٹ پر گئے جناب زکریا بابر صاحب پاکستانی سفارتخانے کے اسکول میں استاد ہیں۔ ذی علم ورخوش اخلاق انسان ہیں، مذہب اور وطن سے بہت لگاؤ رکھتے ہیں مطالعہ کا بھی خاصا شغف ہے۔ اچھے مضمون نگار بھی ہیں۔ ان کا ارکان حج سے متعلق ایک کتابچہ بھی نظر سے گزرا جو انہوں نے ان پاکستانی اور ہندوستانی اردو داں حضرات کے لئے لکھا ہے جو قاہرہ مصر سے حج وعمرہ کیلئے حجاز مقدس براہ راست جاتے ہیں۔ یہ کتابچہ انہی زائرین کی ضروریات کے پیش نظر لکھا گیا ہے۔ اس میں ارکان حج وعمرہ کی معلومات کے علاوہ قاہرہ/مصر سے حج وعمرہ کے لئے روانگی کے مختلف ذرائع نقل وحمل (بری، بحری، فضائی) حکومت مصر اور حکومت سعودیہ کے سفری اور کسٹم وغیرہ کے قوانین، حاجی کیمپ میں اجتماع اور دیگر سفری سہولیات و معاملات کے متعلق، اہم ہدایات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک مفید اور معلومات افزا کتابچہ ہے جو پہلی مرتبہ کسی پاکستانی مسلمان نے پاکستانی اور ہندوستانی حجاج وزائرین کیلئے سرزمین مصر سے حجاز مقدس تک کے سفر اور واپسی کیلئے لکھا ہے۔ ہم نے نماز ظہر اور عصر وہیں ادا کی۔ بابر صاحب نے ہمیں پر تکلف ناشتہ کرایا۔ نماز مغرب سے قبل ہم فندق مالکی واپس پہنچ گئے۔ محترم شیخ حازم صاحب بھی ہوٹل پہنچ گئے اور بذریعہ ایر کارگو لائی ہوئی اپنی کتب اپنے گھر لے جانے کا عندیہ دیا، ہم نے مولانا حافظ منیر صاحب کو ان کے ساتھ کر دیا کیونکہ کتابوں کا وزن اور تعداد بہت زیادہ تھی، شیخ حازم صاحب کا فلیٹ چوتھی منزل پر واقع ہے اور اس میں لفٹ بھی نہیں ہے اس لئے ہم نے سوچا کہ دو آدمیوں میں کتابیں اوپر لے جانا آسان ہو جائے گا۔ محترم شیخ حازم صاحب نے اس دوران کئی بار اور بعد میں فون پر بھی اس بات کی پیش کش کی کہ ان کی کتب کے کارگو اخراجات ان سے لئے جائیں لیکن ہم لوگوں نے کہا کہ رضویات کے سلسلے میں آپ کی پرخلوص خدمات ہی اس کا صلہ ہیں اللہ تبارک تعالیٰ آپ کے علم وعمل اور زبان وقلم میں برکت عطا فرمائے اور ابلاغ مسلک اہلسنت اور مشن رضا کے ابلاغ میں آپ کو مزید کامیابیاں اور وسائل عطا فرمائے۔ (آمین)

۲۱ ستمبر، منگل کی صبح طبیعت کچھ ناساز تھی نماز فجر مسجد سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں پڑھکر۔ مسجد کی جنوب کی جانب گلی کی سیر کرتا ہوا حیٔ حسین، (محلّہ کا نام) کی طرف نکل گیا۔ یہاں ہزار سالہ قدیم حویلیاں نظر آئیں، بعض مکانات کی دیواریں، بعض کے دروازے اور کچھ کی چھتیں بھی ڈھئی پڑی تھیں، لیکن ان مکانات کے حصوں میں لوگ اب بھی سکون پذیر نظر آئے۔ گلی میں دو کانیں قہوہ خانے اور چھوٹے چھوٹے پراویژن اسٹور بھی نظر آئے گلی ۲/فرلانگ سے زیادہ لمبی تھی، عمارات میں ۲-۳/۳-۴/منزلہ بھی تھیں گلی کے اختتام پر شہر قاہرہ کی بہت اونچی اور کافی موٹی فصیل شروع ہو جاتی ہے گلی جہاں ختم ہوتی ہے وہاں اس فصیل سے باہر جانے کیلئے ایک بہت بڑا پرانے زمانے کا، مثل قلعہ لاہور جیسا دروازہ ہے، اس سے گذر کر راقم ایک کشادہ سڑک پر نکلا جس کی ایک سمت شہر کی فصیل تھی اور دوسری جانب میلوں تک قاہرہ کا قدیم قبرستان پھیلا ہوا تھا۔ ان میں پختہ اور اونچی اونچی قبریں بنی ہوئی تھیں بعض قبروں پر اوپر کی منزل میں رہائشی کمرے بنے ہوئے تھے جن میں غالباً مرحومین کے پس ماندگان قیام پذیر ہیں، اور تہ خانوں میں ان کے بزرگوں کی قبریں ہیں اسی طرح کے کئی قبرستان قاہرہ اور اس کے اطراف میں پھیلے ہوئے نظر آئے۔ انہی قبرستان میں اسلام کی بعض نابغۂ عصر، اور قرن اول، دوم، سوم اور چہارم سے تعلق رکھنے والی اسلامی دنیا کی سربرآوردہ ذوات مقدسہ آسودۂ خاک ہیں مثلاً صحابہ کرام، اہل بیت وآل بیت، فقہا، ائمہ، محدثین اور اولیائے کاملین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورحمہم اللہ اجمعین ایسی قبور کے پاس مسجد و خانقاہ بھی موجود ہے جہاں ہر وقت خصوصاً بعد نماز عصر تا نماز عشاء زائرین کا اژدھام رہتا ہے، جس طرف راقم نے رخ کیا ادھر فصیل کے دروازے کے باہر ہی بالمقابل ایک مزار نظر آیا جا کر دیکھا آٹھویں صدی ہجری کے مصر کے مشہور عالم اور نحوی ابو محمد عبداللہ جمال الدین بن ہشام الکناسی الاحمدی رحمۃ اللہ رحمۃ الواسعہ کا مزار شریف تھا مزار پر ان کا سن وصال ۷۶۱ھ تحریر تھا اور ان اسم گرامی کے ماقبل لکھا تھا ''مؤسسۂ علم نحو''۔ یہ مزار ایک پختہ حجرے میں واقع ہے اور متصل ہی ایک مسجد ہے راقم نے وہاں سلام پیش کیا فاتحہ پڑھی پھر

قبرستان کے ساتھ ساتھ دو فرلانگ شمال مغرب تک چلا گیا۔ بعض عبرت انگیز مناظر دیکھنے میں آئے، بہت سی قبریں معہ حجروں کی چھتوں کے ڈھئی پڑی تھیں، اس گنہ گار نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے پناہ مانگی اور ساکنانِ شہرِ خموشاں کیلئے ایصال ثواب کر کے واپس آ گیا۔ شاہ راہ کی دوسری جانب فصیل شہر کی مرمت کا کام بڑے پیمانے پر جاری نظر آیا۔ کرینیں اور مٹی کے لفٹر جگہ جگہ کھڑے تھے۔ قاہرہ میں حکومت آثار قدیمہ کی خواہ اس کا تعلق عہد اسلام یا ماقبل کے قدیمی فرعونی دور سے ہو، مناسب دیکھ بھال اور اس کی مرمت و زیبائش پر خاصی رقم خرچ کرتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مصر کے جو تین ذرائع آمدن ہیں یعنی نہر سوئیز، سیاحت اور کپاس کی پیداوار، اس میں ان آثار قدیمہ کا سیاحت کے فروغ سے گہرا تعلق ہے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر سے خصوصاً یورپ و امریکہ سے سیاح آثارِ قدیمہ کی زیارت کو آتے ہیں اور حکومت مصر کو کروڑوں ڈالر کی آمدنی ہوتی ہے طلوع آفتاب کے بعد ہوٹل واپس آ گیا دن بھر ہوٹل میں مقیم رہا۔

☆☆☆

ماہر رضویات حضرت علامہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کو صدمہ

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مدظلہ کے برادرِ نسبتی جناب شکیل احمد صاحب جو گزشتہ ماہ ٹریفک کے حادثے میں شدید زخمی ہوگئے تھے وہ ۱۲ر دن ہسپتال میں بیہوش رہنے کے بعد انتقال کر گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ سورۂ فاتحہ اور قل ھو اللہ شریف پڑھ کر مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کریں۔ (ادارہ)

پروفیسر مجیب احمد کو ہدیۂ تبریک

قارئین کرام کے لئے یہ خبر مسرت کا باعث ہوگی کہ مشہور نوجوان محقق پروفیسر مجیب احمد صاحب جو گورنمنٹ کالج راولپنڈی میں تاریخ کے استاد ہیں کالج سے اپنے ناروا اخراج کے خلاف عدالت عالیہ سے مقدمہ جیت کر ملازمت پر دوبارہ بحال ہو گئے ہیں اسی دوران پنجاب یونیورسٹی نے شعبۂ تاریخ میں بحیثیت لکچرار اور ریسرچ اسکالر ملازمت کی پیش کش کی ہے جو آپ نے قبول فرمالی ہے۔ واضح ہو کہ مجیب احمد صاحب نے ''جمعیت علماء پاکستان'' کے سیاسی کردار پر چند سال قبل تحقیقی مقالہ لکھ کر ام فِل کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اب وہ برصغیر کے علماء اہل سنت کی سیاسی اور ملی خدمات پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کر رہے ہیں۔ ادارہ کے سرپرست اعلیٰ اور جملہ اراکین جناب پروفیسر مجیب صاحب کو ان کی کامیابیوں پر ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

توجہ فرمایئے.........!

ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور خاص کر محکمۂ ڈاک کے بڑھتے ہوئے نرخ کی وجہ سے ادارہ کی مجلس عاملہ اور ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی کے ادارتی بورڈ نے نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت کسی بھی امور سے متعلق خط و کتابت کیلئے جوابی لفافہ/ ڈاک ٹکٹ آنا لازمی ہوں گے بصورت دیگر ادارہ جواب دینے کا پابند نہیں ہوگا۔ یاد رہے کہ جوابی لفافہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور تحریر کر کے بھیجیں۔ شکریہ

(ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان)

"بارگاہ اعلیٰ حضرت کی کرم نوازیاں"

ڈاکٹر حافظ عبد الباری صدیقی*

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت حضرت مولانا الشاہ احمد رضاخاں بریلوی عالم اسلام کی ان عظیم ہستیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے علمی، فقہی، شرعی اور سائنسی دنیا میں ایک ممتاز شان کو ظاہر فرمایا اور رب تعالیٰ کے دربار سے عطا فرمودہ ستر علوم سے بھی زیادہ کے ذریعے امت مسلمہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ہر شان سے رہنمائی فرمائی۔ زندگی کا کوئی سا بھی میدان ہو۔ آپ نے اس میں کامیابی و کامرانی حاصل فرمائی ہمارے اس دعویٰ کی دلیل آپ کی ہزار سے زائد کتب سے مل سکتی ہے۔ جن میں ترجمۂ قرآن مجید کنز الایمان سے لیکر فتاویٰ رضویہ کی قدیم بارہ ضخیم مجلدات موجود ہیں۔ جو کہ عالم اسلام کی رہنمائی کا کام انجام دے رہی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے ساتھ نہ صرف اس طفل مکتب کو بلکہ اس کے تمام آباء و اجداد کی وابستگی رہی ہے۔ سب سے پہلے اس فقیر نے سرکار اعلیٰ حضرت کا کنز الایمان فی ترجمہ القرآن اپنے والد صاحب حضرت مولانا حافظ مفتی مولوی حکیم عبد اللطیف صدیقی علیہ الرحمۃ والرضوان خطیب شاہجہان مسجد ٹھٹھہ کے ذاتی کتب خانہ میں دیکھا، اور تفسیر نعیمی کے پہلے پارے کی زیارت بھی وہیں کی اور الجیب طیب الایمان فی رد تقویۃ الایمان بھی وہیں دیکھا یہ میرا بچپن کا دور تھا اور میری ہمشیرہ محترمہ والدہ حضرت مولانا عبد الغفور میمن، میمن گوٹھ کراچی بھی انہیں کتب کا مطالعہ کرتی تھیں۔

جب سے سرکار اعلیٰ حضرت کی محبت ہمارے دل میں رچی بسی، اس کے بعد ۱۹۵۸ء میں فیروز شاہ اسٹریٹ گاڑی کھاتہ میں واقع دار العلوم امجدیہ میں میرا شعبہ فارسی میں داخلہ ہوا۔ اس کے بعد جب دار العلوم امجدیہ کی موجودہ عمارت میں منتقل ہوا تو فیروز شاہ اسٹریٹ میں مکتبہ رضویہ کا قیام عمل میں آیا وہاں کے پہلے مدیر جناب ظہیر الحسن نعمانی ہوئے وہ میرے فیصل آباد کے ساتھی تھے۔ ان سے سرکار اعلیٰ حضرت کے رسائل خریدنے شروع کئے مثلاً، الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، الامن والعلیٰ، حیات الموات وغیرہ وغیرہ، درسی کتب کے ساتھ ان رسائل کا بھی مطالعہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آیا کہ غیر رسمی طور پر میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے حبیب صمیم حضرت ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی و دامت برکاتہم العالیہ کی ذاتی نگرانی اور رسمی طور پر حضرت پروفیسر ڈاکٹر مدد علی صاحب قادری مدظلہ العالی و دامت برکاتہم العالیہ کی زیر نگرانی جامشورو یونیورسٹی آف سندھ سے "امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ جا حالات افکار اصلاحی کارنامہ" کے عظیم الشان عنوان پر ۱۰۶۰ صفحات پر مشتمل پی ایچ ڈی کا مقالہ سندھی زبان میں لکھ کر ۱۹۹۳ء میں ڈاکٹریٹ کا اعزاز حاصل کیا۔

"ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء" میں اپنے آپ کو کتنا خوش نصیب پاتا ہوں کہ رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور سرکار دو جہاں ﷺ کے صدقہ جلیلہ سے حضور اعلیٰ حضرت کی دربار میں اس سال ۲۰۰۱ء کے مئی میں منعقدہ منظر اسلام بریلی شریف میں ۱۰ لاکھ عشاقان اعلیٰ حضرت کے ٹھاٹھے مارتے ہوئے سمندر میں اس ہیچمدان کو ایک عظیم الشان اعزاز اور ایوارڈ اور سند سے نوازا گیا۔ میں اس پر جتنا بھی شکریہ ادا کروں وہ کم ہے ورنہ میری حالت تو یہ ہے۔

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر
ماہمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

ہیچمداں طفل مکتب دربار اعلیٰ حضرت

دور ونزدیک سے

مرتبہ: شیخ ذیشان احمد قادری

افتخار عارف (ستارۂ امتیاز، اکادمی ادبیات، پاکستان)

آپ کا ارسال کردہ شمارہ "معارف رضا" مارچ ۲۰۰۲ء ملا۔ عنایت کہ آپ یاد رکھتے ہیں۔ کرم گستری کے لئے شکر گزار ہوں۔ ان شاء اللہ خود بھی استفادہ کروں گا اور اکادمی ادبیات پاکستان کے کتب خانے کے توسط سے حلقے کے دیگر احباب بھی فیضیاب ہوں گے۔ اس تعاون کو جاری رکھیے۔

غلام رسول نقشبندی (جماعت اہلسنت، بیلجیم)

جامعہ رضویہ ضیاء القرآن گینٹ میں چند روز قبل عید الاضحیٰ کے موقع پر عید ملن پارٹی کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز راجہ قمر صاحب کی تلاوت کلام سے ہوا بعد یہ نعت بزم حسان بیلجیم کے بزرگ کارکن قاری خالد حسین نقشبندی خطیب و مدرس جامعہ ھذا نے پیش کی اس کے علاوہ جماعت اہل سنت کے رکن محمد جابر رضا صاحب "میری الفت مدینے سے یونہی نہیں، میرے آقا ﷺ کا روضہ مدینے میں ہے" کے اشعار سے ہدیہ عقیدت پیش کیا جامعہ رضویہ ضیاء القرآن کے تعارف کیلئے راقم الحروف نے چند گزارشات پیش کیں جو کہ درج ذیل ہیں۔ آج سے چند سال قبل گینٹ کے غیور مسلمانوں نے مسجد کے قیام کے لئے اپنی مدد آپ کے تحت ترکی مسجد میں جمعہ کی نماز سے اس کام کی ابتداء کی بعد ازاں کرایہ کی جگہ لی گئی جس میں الحمد للہ بچے بچیاں قرآن کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں اور ساتھ ہی رمضان شریف نماز تراویح اور عیدین کا اعلیٰ اہتمام ہو رہا ہے۔ دوستوں کے تعاون سے مسجد کی جگہ خریدنے کے بارے میں مختلف مقامات پر ذاتی جگہ خریدنے کی کوشش بھی جاری ہے۔ اس کے ساتھ اس مرکز کے سرپرست اعلیٰ اور فیضان کرم پیر کرم رحمۃ اللہ علیہ کے فیضیاب حضرت مولانا افتخار علی چشتی صاحب، ہالینڈ جو باقاعدہ اس مرکز کے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ بطور مہمان خصوصی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اپنے خصوصی انداز میں قربانی کی فضیلت اہمیت پر مفصل گفتگو فرمائی۔ یہ مکتب کی کرامت تھی کے شعر کے حوالہ سے پر جوشی انداز میں تقریر فرمائی اور کہا کہ آپ کا اصل سرمایہ یہی نسل ہے یہ آپ سے قربانی مانگتا ہے۔ آپ کا مسجد کے لئے چندہ اکٹھا کرنا۔ مسجد کی آبادکاری کیلئے دیار غیر میں وقت دینا یہ سب قربانی ہی ہے تا کہ آئندہ نسل کو یہ مرکز مل جائے جس میں وہ کر اسلامی تعلیمات حاصل کر سکیں، انہوں نے مزید فرمایا کہ جب بھی مسجد کیلئے کوئی جگہ خریدی جاتی ہے وہ کبھی بھی مقروض نہیں رہتی شروع میں مشکلات کا سامنا ہوگا لیکن ان شاء اللہ یہ مشکلات کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جائیں گی ان شاء اللہ ان کی تقریر کے بعد راقم الحروف نے جامعہ رضویہ ضیاء القرآن کے شب و روز کا تذکرہ کیا جس میں احباب کے تعاون کو سراہا گیا اور نئی نسل کیلئے لٹریچر کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی اور "امام احمد رضا لائبریری" کے قیام کا اعلان کیا اور جلد ہی کتب کی فراہمی کیلئے بھائی مشتاق، بھائی اکبر علی چشتی، راجہ ریاست خواجہ نقشبندی، ممتاز نقشبندی، بھائی محمد ارشد نقشبندی، ریاض فیصل آبادی، مصطفیٰ نقشبندی، محمد جمیل سے بھرپور تعاون کا وعدہ کیا گیا۔ امام احمد رضا لائبریری کے حوالہ سے چھوٹے چھوٹے رسائل بسلسلہ نماز غسل وطہارت، عقائد کیلئے جماعت اہل سنت بیلجیم کے حوالہ سے لٹریچر کی فراہمی کیلئے کوشش کی جائے گی۔ اس کے علاوہ جو بھی پاکستان اور انڈیا میں اہلسنت کے مراکز سے مختلف رسائل (۱) ماہنامہ اہلسنت گجرات (مراڑیاں شریف) (۲) ضیائے حرم سرگودھا (۳) رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ (۴) اعلیٰ حضرت انڈیا، (۵) ماہنامہ معارف رضا کراچی سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس لائبریری سے تعاون فرمائیں۔

علامہ جلال الدین قادری (کھاریاں، گجرات)

آپ کا مکتوب گرامی ملا اور آج معارف رضا بھی مل گیا۔ آپ نے احکام القرآن کے بارے میں جن مبارک کلمات سے نوازا ہے فقیر غفرلہ القدیر اس کے لئے تہہ دل سے ممنون ہے۔

مبلغ اسلام علامہ ارشد القادری انتقال کر گئے

اشاعتِ اسلام کیلئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

عالمی مبلغ اسلام اور ورلڈ اسلامک مشن کے جنرل سیکریٹری علامہ ارشد القادری طویل علالت کے بعد ۱۵رصفر المظفر ۱۴۲۳ھ /۲۹راپریل ۲۰۰۲ء کو دہلی (بھارت) میں انتقال کر گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

وہ ہندوستان کے ضلع بلیا کے ایک گاؤں ''سید پور'' میں ۱۹۲۴ء کو پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم آبائی گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد برصغیر کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے علوم دینیہ کی تکمیل کی پھر اپنی خداداد تحریری وتقریری صلاحیتوں کے سبب شہرت کی بلندیوں پر پہنچے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اصغر مفتی اعظم ھند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ سے شرف بیعت وخلافت رکھتے تھے۔

بین الاقوامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کی مجلس عاملہ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری، علامہ ڈاکٹر حافظ عبدالباری صدیقی، پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، الحاج شفیع محمد قادری، منظور حسین جیلانی، حاجی محمد حنیف رضوی، حاجی عبداللطیف قادری، سید ریاست رسول قادری، کے. ایم. زاھد، اقبال احمد اختر القادری، ذیشان احمد قادری، فرحان احمد قادری اور سید محمد خالد قادری نے مبلغ اسلام رئیس التحریر علامہ ارشد القادری کے سانحۂ ارتحال کو عالم اسلام کا عظیم نقصان قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مرحوم کی تبلیغ واشاعت دین کیلئے گرانقدر خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ بیک وقت تحریر و تقریر کے شہسوار تھے، ان کا شمار عہد حاضر کے ممتاز محقق ومصنفین میں ہوتا ہے، ان کی تصانیف نے ہزاروں گمراہوں کو راہ ہدایت پر گامزن کیا۔ انہوں نے اشاعت علم دین اور تبلیغ اسلام کی غرض سے ہندوستان کے چپے چپے میں دینی مدارس قائم کیئے، ان کے قائم کردہ دینی ادارے خاص کر جامعہ فیض العلوم جمشید پور، جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی، دعوت اسلامی پاکستان اور ورلڈ اسلامک مشن، ساری دنیا کے مسلمانوں کو فیضیاب کر رہے ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل علامہ موصوف کے متوسلین ومعتقدین سے دلی تعزیت کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کے درجات کو بلند فرمائے اور عالم اسلام کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ (آمین)

انا للہ وانا الیہ راجعون

کتب نو
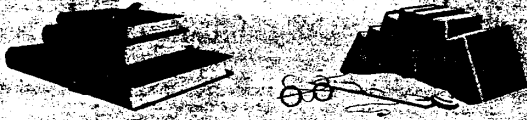
نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں (سید محمد خالد قادری)

"صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام بریلی"

(معارف رضا کا خصوصی شمارہ)

صفحات..... ۳۲۰ آفسٹ پیپر، آرٹ کارڈ رنگین سرورق

ھدیہ=/۱۳۰ (بیرون ممالک=/۵ ڈالر)

ناشر.....ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

25 جاپان مینشن، رضا چوک ریگل صدر، کراچی، پاکستان

"برکات درود و سلام"

مرتبہ.....علامہ شمس الہدیٰ خان مصباحی

صفحات.....۱۰۴ ھدیہ.....درج نہیں

ناشر.....بزم عاشقان مصطفیٰ، مکان نمبر 25، گلی نمبر 32

زبیر اسٹریٹ، فلمینگ روڈ، لاہور

"ایصال ثواب"

مؤلفہ.....منیر احمد یوسفی

صفحات.....۸۰ ھدیہ.....درج نہیں

ناشر.....مصطفیٰ لائبریری، فاروق کالونی، والٹن روڈ، لاہور

"تحفۂ معراج نماز"

ترتیب.....منیر احمد یوسفی

صفحات.....۳۲ ھدیہ.....درج نہیں

ناشر.....مصطفیٰ لائبریری، فاروق کالونی، والٹن روڈ لاہور

"قل شریف کیا ہے.....؟"

تالیف.....منیر احمد یوسفی

صفحات.....۳۶ ھدیہ.....=/۱۰ روپیہ

ناشر.....مصطفیٰ لائبریری، فاروق کالونی، والٹن روڈ لاہور

"مضامین میلاد"

مرتبہ.....غلام مصطفیٰ نقشبندی مسعودی

صفحات.....۱۲۸ ھدیہ.....=/۱۲ روپیہ

ناشر.....مصطفیٰ لائبریری، فاروق کالونی، والٹن روڈ لاہور

"مجاہد ملت مشاہیر کی نظر میں"

مرتبہ.....محمد صادق قصوری

صفحات.....۶۴ ھدیہ.....=/۱۰ روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر.....مجاہد ملت فاؤنڈیشن، برج کلاں ضلع قصور

"اسلامی عقائد اور ان کے احکام"

تصنیف.....علامہ مفتی ریاض الدین قادری

صفحات.....۲۴ ھدیہ.....درج نہیں

ناشر.....ریاض العلم آستانہ عالیہ، فیض آباد شریف، محمد نگر، اٹک

"خلاصہ کیدانی"

تالیف.....علامہ لطف اللہ نسفی فاضل کیدانی

ترجمہ.....پیر ابو الفضل محمد خان رضوی

صفحات.....۴۰ ھدیہ.....=/۱۵ روپیہ

ناشر.....ریاض العلم آستانہ عالیہ، فیض آباد شریف، محمد نگر، اٹک

"اسلام" (نومسلم اور عام مسلمانوں کے لئے بہترین تحفہ)

تحریر.....اقبال احمد اختر القادری

صفحات.....۲۴ ھدیہ.....۵ روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر.....سنی اسلامیہ اکیڈمی، چوک دار السلام، سیت پور، ضلع مظفر گڑھ

بین الاقوامی تشہیر کا سستا ذریعہ

ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی بین الاقوامی نوعیت کا علمی و ادبی، دینی رسالہ ہے جو کہ بین الاقوامی اسلامی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، رجسٹرڈ، پاکستان کے زیر اہتمام ممتاز ماہر تعلیم، سابق ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم حکومت سندھ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی سرپرستی میں گذشتہ ۲۲ برس سے برابر شائع ہو رہا ہے، صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اس کے ''مدیر اعلیٰ'' پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری ''مدیر'' اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ''نائب مدیر'' ہیں۔ ''معارف رضا'' پاکستان کے تمام چھوٹے بڑے شہروں، تمام قومی و صوبائی محکموں اور تعلیمی اداروں کی لائبریریوں کے علاوہ سعودی عرب، مصر، لبنان، لیبیا، عراق، دبئی، سری لنکا، ساؤتھ افریقہ، برطانیہ، ماریشس، ہندوستان، افغانستان، نیپال، بنگلہ دیش اور امریکہ وغیرہ بھی جاتا ہے جہاں ہر ماہ ہزاروں افراد کی نگاہوں سے گزرتا ہے۔

''معارف رضا'' ابلاغ علم اور ترویج و اشاعت دین کی جو خدمات سرانجام دے رہا ہے اس نیک کام میں آپ بھی شامل ہو سکتے ہیں جس کا ایک طریقہ ''معارف رضا'' میں اپنی مصنوعات، ادارہ، کمپنی کا اشتہار دینا بھی ہے۔ اشتہارات کا نرخ نامہ منسلک ہے۔

امید ہے ابلاغ علم اور اشاعت دین کے اس کام میں تعاون کرتے ہوئے اپنے ادارہ کا اشتہار ضرور عنایت فرمائیں گے۔ ''معارف رضا'' آپ کے اشتہار کی اشاعت پاکستان اور دنیا بھر میں آپ کی مصنوعات کی سستی تشہیر کا بہترین ذریعہ بنے گی۔

نرخنامہ اشتہارات

آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت، چار کلر =/5000 ☆ آخری صفحہ (پشت سرورق) فی اشاعت B/W =/2500 ☆ اندرونی صفحہ سرورق، فی اشاعت B/W =/2000 ☆ اندرونی صفحات، پورا صفحہ فی اشاعت B/W =/1500 ☆ اندرونی صفحات، آدھا صفحہ، فی اشاعت B/W =/1000 (نوٹ) اشتہار کی رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر / چیک / بینک ڈرافٹ صرف بنام ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی عنایت فرمائیں، اشتہارات کی اشاعت ادارہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ رقم اشتہار کے مضمون کے ساتھ ہی ارسال کریں۔

(نوٹ: اشتہار کا میٹر، آرٹ پول دیتے وقت اس بات کا خاص خیال فرمائیں کہ ہم جاندار کی تصاویر شائع نہیں کرتے)